رجسٹرڈ ایل ۲۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آئینہ ہے یہ نور سرمد کا
عکس ہے یہ رخ محمد کا

چودھویں کا ہی چاند یہ البدر
فیض ہے یہ غلام احمد کا

ان اللہ قد صدق لکم وقت مسیحہ وکان ذالک امرا مقدرا

اے جہاں منتظر خوشاں کہ آمد دلستاں
آں مسیح دور آخر مہدی آخر زماں

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا

البدر

لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

نمبر ۱ — بابت ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۰۶ — جلد ۱

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم

آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام

مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست

از ملایک و از خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است

معجزات او ہمہ حق اندر ست
منکر آں بود لعین خداست
معجزات انبیاء سابقیں
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں

بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکدم [illegible]
نزد ما کفر است [illegible]

وہ الفاظ جنمیں حضرت اقدس بیعت کرتے ہیں یہ ہیں جنکو آپ فرماتے جاتے ہیں اور طالب تکرار کرتا جاتا ہے

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ سہ بار آج میں احمد کے ہاتھ پر تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جنمیں میں گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتا رہونگا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ سہ بار۔ رب انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

پھر اسکے بعد آپ سب حاضرین مجلس بیعت کنندہ اور اسکے متعلقین کے لئے دعا کرتے ہیں۔

دس شرائط بیعت

اول۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت انکا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اسکی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائیگا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اسکی راہ میں تیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑھائیگا۔

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

نوٹ۔ بیعت کا سلسلہ حضرت امام الزمان نے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو دیا تھا اور ۳۱ دسمبر ۱۹۰۵ء تک ۱۷ سال ہو گئے جبکہ البدر اپنی پوری معنوں میں ۔۔۔ جو آپ کی فتح و نصرت کا زمانہ ہے طلوع ہوا۔

البدر
یکم جنوری ۱۹۰۵ء

حضرت مسیح موعود بحیثیت کرشن

اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوے کرشن اوتار ہونیکا بادی النظر میں ہر ایک کو اجنبا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور اور فکر کی نظر سے دیکھا جاوے تو یہ امر بعد روشن کی طرح ظاہر ہوگا کہ اس زمانہ میں ان تمام راستبازوں کے اوتار کی ضرورت ہے جو کہ موجودہ اقوام کے کسی زمانہ میں عظیم الشان مصلح گذرے ہیں۔ یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے جس میں ہر ایک علم اور فن کے کمالات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور ہر ایک شے کی حقیقت کا انکشاف ہو رہا ہے اور زمین کی کیفیت کی تحقیق کیلئے صرف اپنی عمر اور اوقات ہی کی قربانی نہیں کیجاتی بلکہ روپیوں مالوں کو پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور صرف مالوں پر ہی بس نہیں بلکہ عزیز جانیں بھی قربانی کی جا رہی ہیں۔ جیسے کہ معلوم ہوگا کہ قطبین اور وسط افریقہ کی تحقیقات کیلئے کئی قافلہ جاکر سمندر اور بر اعظم کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں اور زمین کو کھود کھود کر اسکے اندر کے خزانہ باہر نکالے جا رہے ہیں پس جبکہ ارضی تحقیقات کی یہ حالت تھی تو روحانی سلسلہ جو کہ جسمانی سلسلہ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے ضرور تھا کہ سنت اللہ کے مطابق اسکی بھی حقیقتیں دنیا پر منکشف ہوتیں اور جو جو لوگ اس عالم روحانی کے تمام افراد اور ماہر گذرے ہیں انکی اصلی حقیقتیں اور کمالات اہل عالم پر ظاہر کی جاتیں۔ جیسے کہ علم طبقات الارض اور علوم سماوی کی نسبت کی دور از قیاس باتیں تجویز کیجاتی تھیں جیسا کہ زمین کی نسبت کہا جاتا تھا۔ کہ اسکا قیام ایک گائے کے سینگ پر ہے۔ اور جب وہ تھک کر اپنا دوسرا سینگ بدلتی ہے تو اسوقت زمین کو زلزلہ آتا ہے اور آسمان کی نسبت کہا جاتا تھا کہ یہ ٹھوس شے ہے اور چاند کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ ایکی ماں اسکے اندر بیٹھی چرخہ کات رہی ہے اور اب دوربینوں اور علوم وفنون کے ذریعہ سے ان تمام خیالات کا لچر اور پوچ ہونا ثابت ہوگیا ہے۔ ایسے ہی ضرور تھا۔ کہ گذشتہ راستبازوں کی نسبت جنکا زمین اور آسمان کی طرح انسان کی روحانی قیام کیلئے وجود ضروری تھا اور ہے جو جو غلط روایات بیان کیجاتی تھیں ان سب کا قلع قمع کیا جاتا اور ایک شخص ان تمام کا بروز ہو کر ان کے حقیقی نور کی روشنی سے دنیا کو منور کرتا۔

اسمیں شک نہیں کہ ازمنہ سابقہ میں ہر ایک امت اور گروہ میں خدا تعالیٰ نے رسل الگ الگ ظہور پذیر ہوتے رہے لیکن چونکہ دنیا کی آخری دور میں طرح طرح کی ایجادوں اور ریلوں اور ریل اور تار اور سٹیمروں کے جاری ہونے اور مطبع اور کاغذ کی کثرت سے مختلف بلاد اور امصار نے ایک ہی محلہ کے حکم میں ہو جانا تھا۔ اور بذریعہ اخباروں و رسالوں اور تصنیفات کی ارزانی کے تبادلہ خیالات کی آسان ترین راہ نکل آئی تھی۔ سو ایک ہی مصلح اور ریفارمر تمام دنیا کیلئے کافی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ایسے ہی ایک عظیم الشان نبی محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث کئے گئے۔ جو کہ ان کل راستبازوں اور ہادیوں اور رسولوں کی روحانیت کے رنگ سے مزین تھے جو آپ کے زمانہ سے پیشتر ہر ایک امت اور قریہ میں گذر چکے تھے اور آپکو ایسی جامع تعلیم دیگئی جس میں ہر ایک گروہ اور ملت کی اصلاح کا مواد موجود ہے چنانچہ آپ نے ان تمام رسولوں کو ان تمام الزاموں سے بری کیا۔ جو کہ انکے مخالف اور مکذب ہمعصر اور خود ان کی گمراہ امت غلط فہمی سے ان پر لگاتی تھی۔ اگر دیگر امتوں میں یہ قابلیت اور مادہ ہوتا کہ وہ خدا کی طرف سے ماموریت کا فخر حاصل کر سکتے۔ تو ضرور تھا کہ مثل سابق کے ان میں بھی ماموریں اور مرسلین پیدا ہوتے۔ اور خدا سے تائید یافتہ ہو کر وہ اپنے اصل ہادی کی تعلیم کو قائم کرتے اور اسکی اتباع کی برکت سے لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے لیکن اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی امت اور فرقہ میں سے کسی مامور من اللہ کا نہ پیدا ہونا اور امتوں کا گمراہ ہو کر دربدر بھٹکتے پھرنا اور نجات کیلئے کسی صراط مستقیم کا ہاتھ نہ آنا خود اس امر پر کافی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے انکے لئے ہرگز نہیں چاہا ہے۔ کہ وہی ہیں سے کسی کو اپنی خلافت پر مامور کرے اس تیرہ سو سال کے سکوت نے آنحضرت صلعم کی ذات مبارک کو کل دنیا کیلئے مصلح اور مامور من اللہ ہونے پر مہر لگادی ہے۔ اور اس لئے ضرور ہے کہ آپ کے زمانہ کے بعد جو عظیم الشان خلیفہ آپ کی گدی پر جانشین ہو وہ بھی آپ کے کمالات کی طفیل تمام سابقہ برگزیدوں اور اور روحانی مصلحوں کا اوتار یا بروز ہو۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے یہ امر ضروری تھا کہ جیسے آپ نصاریٰ کیلئے مسیح۔ اہل اسلام کیلئے مہدی ہو کر مسیح اور مہدی کی نسبت جو غلو ہوا ہے۔ اس سے ہر دو کو پاک و صاف کر رہے ہیں اور خود طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو کر اپنے وجود پاک سے ثبوت دے رہے ہیں کہ دیکھو جو مسیح ہوتا ہے اس میں تو اس قسم کے عجز اور کمزوریاں ہوتی ہیں کہ وہ اپنی صحت پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ خدا ہو سکے اور اپنی امن اور آشتی کی تعلیم سے ثابت کر رہے ہیں کہ جو مہدی ہوتا ہے وہ کبھی جنگ اور خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اور مہدی جیسے مصلح کیلئے جو جو خلاف شان کارروائیاں تسلیم کی گئی تھیں ان کے پاک وجود کو ان تمام آلائشوں سے پاک ثابت کر رہے ہیں ایسے ہی کرشن ہو کر یہ بھی الہی کام تھا کہ حضرت کرشن کی ذات پاک پر جو جو اتہامات اور الزامات عاید کئے گئے ہیں اس سے انکو بری کرتے اہل ہنود کی روایات پر اگر ہم غور کریں اور ان قصوں کو جو وہ حضرت کرشن کی نسبت بیان کرتے ہیں … یاد کریں تو … کہ کرشن جیسے پاک آدمی کو ایک فاسق آدمی قرار دیا جاوے اور کیا کہا جاسکتا ہے پس ہندوؤں کیلئے یہ ایک عجیب نعمت ہے اور خدا کا فضل ہے کہ ایک شخص جو کہ کیا تو اپنی ذاتی حسب نسب کے لحاظ سے۔ کیا روحانیت کے لحاظ سے۔ کیا اپنی پاک زندگی کے لحاظ سے۔ کیا اپنی خدا سے تائید یافتہ ہونیکے لحاظ سے۔ کیا اپنے دعوے الہام و وحی کے لحاظ سے ایک عظیم الشان انسان ہے۔ وہ خود کرشن بنکر حضرت کرشن کی عظمت اور جلال کو دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ کرشن تو ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ میں ہوں نہ کہ ویسے جیسے تم بناتے ہو۔ یہ ایک آسمانی مائدہ ہے جو کہ اہل ہنود کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اب دیکھیں کہ کونسی سعید قبول اور شقی رد کرتے ہیں۔

ایک رئیس نے نوکر کو قرآن کیسے پڑھایا

ایک متقی رئیس حضرت حکیم نورالدین صاحب کے مریدوں میں سے تھے ایک بار جب وہ اپنی محل سے نکلکر مسجد کو جانے لگے۔ تو رات کا وقت تھا دربان ایک پوربیہ کا باشندہ تھا۔ وہ اپنے مذاق پر گیت گا رہا تھا۔ رئیس نے اس سے پوچھا۔ کہ تمہاری نوکری یہاں کتنے گھنٹے کی ہے اسنے کہا۔ کہ دو گھنٹہ کی۔ تب رئیس نے ان دو گھنٹوں کو پانچ اوقات نماز میں تقسیم کر دیا۔ اور کہا۔ کہ کل سے تمہاری نوکری ان مختلف اوقات میں ہوگی۔ اتنے اتنے منٹ تمنے پہرہ دینا ہوگا۔ یہ تجویز کرکے اسے صرف بسم اللہ اور اسکا ترجمہ بتلایا کہ بجائے گیت کے اسے کہتے رہو۔ وہ حسب الحکم اسی خوش الحانی سے کہتا رہا۔ جب رئیس نماز پڑھکر آیا۔ تو اسکے مقررہ منٹ گذر چکے تھے اسے رخصت دیدی۔ بعد ازاں اسکا یہی دستور رہا۔ کہ نماز کیوقت اسکا پہرہ ہوتا۔ رئیس جب باہر آتا۔ تو اسے ایک ایک کلمہ۔ مثل الحمدللہ۔ یا۔ رب العالمین۔ یا۔ ایاک نعبد۔ وغیرہ وغیرہ معہ ترجمہ بتلا جاتا اور نماز پڑھکر جب واپس آتا۔ تو اسے رخصت دیدیتا۔ اس طرح سے اسے با معنے کل قرآن شریف یاد ہوگیا۔ حالانکہ وہ دیکھکر ایک حرف بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔ حکیم صاحب کو یہ واقعہ اس طرح سے معلوم ہوا۔ کہ وہی پوربیا ایک شب ان کے ہاں متعین تھا۔ بارہ بجے راتکو آپ نے سنا۔ تو قرآن شریف کا بارہواں پارہ وہ بڑی خوش الحانی سے گا رہا تھا۔ حکیم صاحب نے وجہ پوچھی۔ تو اس پر اسنے سب حال بتلایا۔ جو لوگ اپنے خویش و اقارب اور اہل و عیال میں قرآن کا مذاق اور اس کا عشق پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اس سچے واقعہ سے سبق حاصل کریں۔......

(از درس قرآن شریف)

[illegible]

البدر

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۵ء

حضرت مسیح موعود بہ حیثیت کرشن

اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوےٰ کرشن اوتار ہونیکا بادی النظر میں ہر ایک کو اچنبا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر غور اور فکر کی نظر سے اسے دیکھا جاوے تو یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہوگا۔ کہ اس زمانہ میں اُن تمام راستبازوں کے اوتار کی ضرورت ہے جو کہ موجودہ اقوام کے کسی زمانہ میں عظیم الشان مصلح گذرے ہیں۔ یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے جس میں ہر ایک علم اور فن کے کمالات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور ہر ایک شے کی حقیقت کھل رہی ہے اور زمین کی کیفیت کی تحقیق کیلئے صرف اپنی عزیز اوقات ہی کی قربانی نہیں کیجاتی بلکہ روپیہ مالوں کو پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور صرف مالوں پر ہی بس نہیں بلکہ عزیز جانیں بھی قربانی کی جارہی ہیں۔ جیسے کہ معلوم ہوگا۔ کہ قطبین اور وسط افریقہ کی تحقیقات کیلئے کئی قافلہ جاکر سمندر اور بر اعظم کی بھینٹ ہو چکے ہیں اور زمین کو کھود کھود کر اسکے اندر کے خزانے باہر نکالے جارہے ہیں پس جبکہ ارضی تحقیقات کی یہ حالت تھی تو روحانی سلسلہ جو کہ جسمانی سلسلہ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے ضرور تھا کہ سنت اللہ کے مطابق اسکی بھی حقیقتیں دنیا پر منکشف ہوتیں اور جو جو لوگ اس عالم روحانی کے فلاسفر اور ماہر گذرے ہیں اونکی اصلی نقشے اور کمالات اصل عالم پر ظاہر کئے جاتی۔ اور جیسے کہ علم طبقات الارض اور علوم سماوی کی نسبت سی دور از قیاس باتیں تجویز کیجاتی تھیں جبکہ زمین کی نسبت کہا جاتا تھا۔ کہ اسکا قیام ایک گائے کے سینگ پر ہے۔ اور جب وہ تھک کر اپنا دوسرا سینگ بدلتی ہے تو اُسوقت زمین کو زلزلہ آتا ہے اور آسمان کی نسبت کہا جاتا تھا کہ یہ ٹھوس شے ہے اور چاند کی نسبت بیان کیا جاتا تھا۔ کہ اسکی ماں اسکے اندر بیٹھی چرخہ کات رہی ہے اور اب دوربینوں اور علوم و فنون کے ذریعہ سے ان تمام خیالات کا لچر اور پوچ ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ ایسے ہی ضرور تھا۔ کہ گذشتہ راستبازوں کی نسبت جنکا زمین اور آسمان کی طرح انسان کی روحانی قیام کے لئے وجود ضروری تھا اور ہے جو جو غلط روایات بیان کیجاتی تھیں ان سب کا قلع قمع کیا جاتا اور ایک شخص اُن تمام کا بروز ہو کر اُن کے حقیقی نور کی روشنی سے دنیا کو منور کرتا۔

اسمیں شک نہیں کہ ازمنہ سابقہ میں ہر ایک اُمت اور گروہ میں خدا تعالےٰ نے رسل الگ الگ ظہور پذیر ہوتی ہے لیکن چونکہ دنیا کی آخری دور میں طرح طرح کی ایجادوں اور کلوں اور ریل اور تار اور سٹیمر میں کہ جاری ہونے اور مطابع اور کاغذ کی کثرت سے مختلف بلاد اور امصار نے ایک ہی محلہ کے حکم میں ہو جانا تھا۔ اور بذریعہ اخباروں و رسالوں اور تصنیفات کی ارزانی کے تبادلہ خیالات کی آسان ترین راہیں نکل آنی تھیں۔ اسلئے ایک ہی مصلح اور ریفارمر تمام دنیا کیلئے کافی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اسی لئے ایک عظیم الشان نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث کئے گئے۔ جو کہ اُن کل راستبازوں اور ہادیوں اور مرسلوں کی روحانیت کے رنگ سے مزین تھے جو آپ کے زمانہ سے پیشتر ہر ایک اُمت اور قریہ میں گذر چکے تھے اور آپکو ایسی جامع تعلیم دیگئی جس میں ہر ایک گروہ اور اُمت کی اصلاح کا مواد موجود ہے چنانچہ آپ نے اُن تمام مرسلوں کو اُن تمام الزاموں سے بری کیا۔ جو کہ انکے مخالف اور مکذب معاندوں اور خود اُن کی گمراہ اُمت غلط فہمی سے اُن پر لگائی تھی۔ اگر دیگر اُمتوں میں یہ قابلیت اور مادہ ہوتا کہ وہ خدا کی طرف سے ماموریت کا فخر حاصل کر سکتے۔ تو ضرور تھا کہ مثل سابق کے اُن میں بھی مامورین اور مرسلین پیدا ہوتے۔ اور خدا سے تائید یافتہ ہو کر وہ اپنی اصل ہادی کی تعلیم کو قائم کرتے اور اسکی اتباع کی برکت سے لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے لیکن اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی اُمت اور فرقہ میں سے کسی مامور من اللہ کا نہ پیدا ہونا اور اُمتوں کا گمراہ ہو کر در بدر بھٹکتے پھرنا اور نجات کیلئے کسی صراط مستقیم کا ہاتھ نہ آنا خود اس امر پر کافی دلیل ہے کہ خدا تعالےٰ نے انکے لئے ہرگز نہیں چاہا ہے۔ کہ انہی میں سے کسیکو اپنی خلافت پر مامور کرے اس تیرہ سو سال کے سکوت نے آنحضرت صلعم کی ذات مبارک کو کل دنیا کے لئے مصلح اور مامور من اللہ ہونے پر مُہر لگادی ہے۔ اور اس لئے ضرور ہے کہ آپ کے زمانہ کے بعد جو عظیم الشان خلیفہ آپ کی گدی پر جانشین ہو وہ بھی آپ کے کمالات کی طفیل تمام سابقہ برگزیدوں اور روحانی مصلحوں کا اوتار یا بروز ہو۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے یہ امر ضروری تھا کہ جیسے آپ نصاریٰ کیلئے مسیح۔ اہل اسلام کیلئے مہدی ہو کر مسیح اور مہدی کی نسبت جو غلو ہوا ہے۔ اس سے ہر دو کو پاک و صاف کر رہے ہیں اور خود طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو کر اپنے وجود پاک سے ثبوت دے رہے ہیں کہ دیکھو جو مسیح ہوتا ہے اس میں تو اس قسم کے عجز اور کمزوریاں ہوتی ہیں کہ وہ اپنی صحت پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ خدا ہو سکے اور اپنی امن اور آشتی کی تعلیم سے ثابت کر رہے ہیں کہ جو مہدی ہوتا ہے وہ کبھی جنگ اور خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اور مہدی جیسے مصلح کیلئے جو جو خلاف شان کارروائیاں تسلیم کی گئی تھیں اُن کے پاک وجود کو اُن تمام آلائشوں سے پاک ثابت کر رہے ہیں ایسے ہی کرشن ہو کر یہ بھی لازمی تھا کہ حضرت کرشن کی ذات پاک پر جو جو اتہامات سے بہتر ذرات عاید کئے گئے ہیں اُن سے انکو بری کرتے۔ ہمارے ہندو بھائی کی روایات پر اگر ہم غور کریں اور اُن قصوں کو جو وہ حضرت کرشن کی نسبت بیان کرتے ہیں سچ باور کریں تو سوائے اسکے کہ کرشن جیسے پاک آدمی کو ایک فاسق آدمی قرار دیا جاوے اور کیا کہا جاسکتا ہے پس ہندوؤں کیلئے یہ ایک عجیب نعمت ہے اور خدا کا فضل ہے کہ ایک شخص جو کہ کیا تو اپنی ذاتی حسب نسب کے لحاظ سے۔ کیا نجابت کے لحاظ سے۔ کیا اپنی پاک زندگی کے لحاظ سے۔ کیا اپنی خدا سے تائید یافتہ ہونیکے لحاظ سے۔ کیا اپنے دعوے الہام و وحی کے لحاظ سے ایک عظیم الشان انسان ہے۔ وہ خود کرشن بنکر حضرت کرشن کی عظمت اور جلال کو دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ کرشن تو ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ میں ہوں۔ نہ کہ ویسے جیسے تم بتاتے ہو۔ یہ ایک آسمانی مائدہ ہے جو کہ اہل ہنود کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اب دیکھیں کہ کونسی سعید قبول اور شقی رد کرتے ہیں۔

ایک رئیس نے نوکر کو قرآن کیسے پڑھایا

ایک متقی رئیس حضرت حکیم نور الدین صاحب کے مریدوں میں سے تھے ایک بار جب وہ اپنی محل سے نکلکر مسجد کو جانے لگے۔ تو رات کا وقت تھا دربان ایک پورب کا باشندہ تھا۔ وہ اپنے مذاق پر گیت گا رہا تھا۔ رئیس نے اسی پوچھا۔ کہ تمہاری نوکری یہاں کتنے گھنٹہ کی ہے اسنے کہا۔ کہ دو گھنٹہ تب رئیس نے اُن دو گھنٹوں کو پانچ اوقات نماز میں تقسیم کر دیا۔ اور کہا کل سے تمہاری نوکری اِن مختلف اوقات میں ہوگی۔ اسنے اتنے منٹ تمنے پہرہ دینا ہوگا۔ یہ تجویز کرکے اُسے صرف بسم اللہ اور اسکا ترجمہ بتلایا کہ بجائے گیت کے اسے کہتے رہو۔ وہ حسب الحکم اسی خوش الحانی سے کہتا رہا۔ جب رئیس نماز پڑھکر آیا۔ تو اُسکے مقررہ منٹ گذر چکے تھے اُسے رخصت دیدی۔ بعد ازاں اُسکا یہی دستور رہا۔ کہ نماز کیوقت اُسکا پہرہ ہوتا۔ رئیس جب باہر آتا۔ تو اُسے ایک ایک کلمہ۔ مثل الحمد للہ۔ یا۔ رب العالمین۔ یا۔ ایاک نعبد۔ وغیرہ وغیرہ معہ ترجمہ بتلا جاتا اور نماز پڑھکر جب واپس آتا۔ تو اُسے رخصت دیدیتا۔ اِس طرح سے اُسے با معنے کل قرآن شریف یاد ہو گیا۔ حالانکہ وہ دیکھکر ایک حرف بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔ حکیم صاحب کو یہ واقعہ اِس طرح سے معلوم ہوا۔ کہ وہی پوربیا ایک شب اُن کے ہاں متعین تھا۔ بارہ بجے رات کو آپ نے سنا۔ تو قرآن شریف کا بارہواں پارہ وہ بڑی خوش الحانی سے گا رہا تھا۔ حکیم صاحب نے وجہ پوچھی۔ تو اُس پر اُسنے سب حال بتلایا۔ جو لوگ اپنے خویش و اقارب اور اہل و عیال میں قرآن کا مذاق اور اُس کا عشق پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اِس سچے واقعہ سے سبق حاصل کریں۔۔۔۔۔۔

(از درس قرآن شریف)

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گذشتہ ایّام میں حضرت اقدس کی طبیعت نصیب اعدا اُے علیل رہی ہے پیشاب کا دورہ صبح شام اور رات کے اوقات میں کثرت سے رہا ہے۔ اِس لئے حضور علیہ السّلام علی العموم صرف ظہر اور عصر کی نمازوں میں تشریف لاتے رہے۔ اور باقی نمازیں گھر میں ادا کرتے رہے ہیں اسلئے کوئی تقریر کسی مضمون پر ہمارے سننے میں نہیں آئی جسے قلمبند کر سکتے۔ مختصر اذکار سننے میں آئے جن کو قلمبند کیا جاتا ہے

۱۹ر دسمبر ۱۹۰۴ء

حضرت اقدس بوقت ظہر تشریف لائے۔ اور مولانا حکیم نورالدین صاحب کی علالت طبع کا حال خود اُن سے دریافت کیا۔ غذا کے انتظام کے لئے تاکید فرمائی۔ حضرت مولوی صاحب نے عرض کی۔ کہ ہرچند کوشش کی جاتی ہے مگر قدرت کیطرف کچھ ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ جس سے انتظام قائم نہیں رہتا شائد ارادہ الٰہی ابھی اِس امر کا خواہاں نہیں ہے۔ کہ آرام ہو۔ اِس اثناء میں ایک صاحب جنکو حکیم صاحب موصوف سے نہایت محبّت اور اخلاص اور نیاز مندی کا تعلّق ہے۔ بول اُٹھے۔ کہ آخر تدبیر کرنی چاہئے۔ قرآن شریف میں آیا ہی فالمدبّرات اَمرًا۔ اسپر حکیم صاحب نے ایک لطیف عارفانہ جواب یہ دیا۔ کہ یہاں صیغہ مونث کا استعمال ہوُا ہے۔ فالمدبّرون اَمرًا نہیں ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ اِس کا بڑا تعلق اناث سے ہے (اور اُن میں ضرور نقص ہوتا ہے) بہر حال یہ ایک عجیب نکتہ ہے۔ اِس بحث کو حضرۃ مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی دلچسپی سے سُنا۔ اور پھر خوراک کا انتظام ایک خاص صاحب کے سپرد فرما کر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ سب لوگ سُنتے ہیں اور گواہ ہیں۔ کہ ہم نے اب تمکو ذمہ وار بنا دیا ہے اب اِس کا ثواب یا عذاب تمہاری گردن پر ہے

۲۰ر دسمبر ۱۹۰۴ء

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے مقدمہ کے ذکر پر فرمایا۔ کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ ہم تو سب کچھ اللہ تعالےٰ کیطرف سے سمجھتے ہیں۔ اور اُس پر راضی ہیں

ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

لیکن ہمارا ایمان جیسے خدا تعالےٰ کے ملائکہ اور کتب اور رسل پر ہے۔ ایسے ہی اس بات پر بھی ہے کہ انجام کار ہم ہی کامیاب ہوں گے۔ اگرچہ ایک دنیا ہماری مخالف کیوں نہ ہو۔

آجکل کے عقلمندوں کے نزدیک تو کسیکو اپنا دشمن بنانا غلطی ہے لیکن سچ پوچھو تو یہ بھی حقانیت کی ایک دلیل ہے۔ آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک سے بھی نہ رکھی۔ سب سے بگاڑ لی۔ ان لوگوں کے نزدیک تو نعوذ باللہ آپ نے غلطی کی۔ حالانکہ محض خدا کے لئے سب سے بگاڑ لینا آپ کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ جس سے آپکی قوت ایمانی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ایک طرف مسیح کو دیکھو کہ اُس کی تعلیم سے جو کہ انجیلوں میں پائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کا مشرب کسیکو ناراض کرنے کا ہرگز نہ تھا۔ یہودیوں کو سُنایا گیا۔ کہ میں توریت کا ایک شوشہ تک زیر و زبر کرنے نہیں آیا۔ اِس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ اُن کی خوشامد مدِّ نظر تھی برخلاف اِس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دیکھا جاوے تو کوئی بھی فرقہ اور مذہب روئے زمین پر ایسا نظر نہ آویگا۔ جس کو آپ نے دعوت نہ کی ہو۔ اور جس کی غلطی نہ نکالی ہو (اور پھر ہر ایک کے مقابلہ پر اپنے مظفر و منصور ہونے کا دعوےٰ بھی کیا) بھلا بتلاؤ۔ کہ جبتک خدا پر پورا بھروسہ اور یقین نہ ہو۔ کب کوئی اس طرح سے کر سکتا ہے

خیر بات یہ ہے۔ کہ درمیان میں کیا کیا مکروہات ہوں۔ ہمیں اس کا علم نہیں مگر انجام بہرحال نیک ہے۔ الہاموں کی ترتیب میں میں یہ امر مدِّ نظر رکھتا ہوں۔ کہ مکروہات کا مرتبہ اول رکھا جاتا ہے۔ اور یہ سنّت اللہ بھی ہے۔ کیونکہ خوش حالی اور کامیابی بعد کو ہوُا کرتی ہے اِس لئے اُن کے الہامات کی ترتیب بھی بعد کو ہی ہوتی ہے۔

مقام تیماپور متعلقہ لنگسگور ملک نظام سے ایک احمدی صاحب جناب مولوی عبداللہ صاحب .... حضرت کی زیارت اور حصول فیض و انوار احمدی کے لئے آئے تھے۔ برادرم شیخ یعقوب علی صاحب نے اُن کو حضرت اقدس سے ملاقات کروائی۔ مولوی صاحب موصوف نے کل جماعت تیماپور کی طرف سے سلام علیکم اور درخواست دعا عرض کی۔ اور کچھ چندہ جو کہ جماعت کی طرف سے تھا۔ پیش کیا۔

کچھ دنوں کا عرصہ گذرا۔ کہ ایک صاحب بہت تھوڑی دیر کے لئے قادیاں آئے۔ اور جلدی رُخصت ہونے لگے۔ حضرۃ اقدس نے فرمایا۔ کہ کچھ دن میرے پاس رہو۔ اور عاقبت کا ذخیرہ طیار کرو دنیا کے کام تو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے

خیرے کُن اے فلان و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

۲۱ر دسمبر ۱۹۰۴ء

مُفتی گلزار محمد صاحب پوسٹماسٹر گڑھ شنکر۔ حافظ غلام رسول صاحب سوداگر و حافظ غلام رسول صاحب مدرس وزیرآباد سے استفادہ روحانی کے لئے حاضر خدمت ہوئے

حضرۃ مولانا مولوی نورالدین صاحب ایک عرصہ سے بعارضہ اسہال مُبتلا ہیں۔ اور باوجود اِس حال کے پھر بھی جناب ممدوح شفاخانہ میں تشریف لاکر بیماروں کا ملاحظہ کرتے اور طالب علموں کو درس تدریس کرتے رہتے ہیں۔ درس قرآن بھی برابر ہوتا رہا ہے

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی طبیعت بھی ایک عرصہ سے علیل ہے۔ آپکو بخار عموماً ہو جاتا ہے تاہم آپ حتے الوسع نماز با جماعت میں شریک ہوکر اپنے فرض امامت سے سبکدوش ہوتے رہتے ہیں

جماعت کے مخلص احباب سے التماس ہے۔ کہ وہ حضرت اقدس۔ اور ہر دو مولوی صاحبان اور نیز ہمارے دوست مُفتی محمد صادق صاحب کی صحت و عافیت کیلئے ضرور ضرور دعا فرمائیں۔

حضرۃ مولانا مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے داماد خود تشریف لائے تھے۔ جو کہ بذریعہ خط حضرۃ اقدس کی بیعت میں شامل تھے اب خود حضرۃ کے دست مبارک پر بیعت کی اور ہمراہ مولانا موصوف بعد از نماز جمعہ مورخہ ۲۳ دسمبر امروہہ تشریف لیگئے مولانا موصوف کتاب کشف الاسرار

خطبہ عید الفطر و ۹ نومبر

جو کہ حضرۃ حکیم نور الدین صاحب نے مسجد اقصٰی میں پڑھا

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔ اَمَّا بَعْد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ پ ۱۵

ایک دعا ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب رب العزت اور رب العلمین اللہ جل شانہ کے حضور مانگی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس دنیا میں اسلام کے آنے اور اسکے ثمرات کے ظہور کیلئے اللہ تعالی کے فضل نے حضرت ابراہیم کے ذریعہ ایک دعا کی تقریب پیدا کر دی ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ تو ہمارا رب اور مربی اور محسن ہے تیری عالمگیر ربوبیت سے جیسے جسم کے قواے کی پرورش ہوتی ہے عمدہ اور اعلیٰ اخلاق سے انسان مزین ہوتا ہے ویسے ہی ہمارے روح کی بھی پرورش فرما اور اعتقادات کے اعلیٰ مدارج پر پہونچا۔ اے اللہ اپنی ربوبیت کے شان سے ایک رسول انہیں بھیجیو جو کہ مِنْھُمْ یعنے اونہی میں کا ہو اور اس کا کام یہ ہو کہ وہ صرف تیری (اپنی نہیں) باتیں پڑھے اور پڑھائے اور صرف یہی نہیں بلکہ انکو سمجھا اور سکھلا بھی دے پھر اس پر بس نہ کیجیو بلکہ ایسی طاقت جذب اور کشش بھی اسے دیجیو جس سے لوگ اس تعلیم پر کاربند ہو کر مزکے اور مطہر بنجاویں پھر نام کی اس سے عزت ہوتی ہے کیونکہ تو عزیز ہے اور تیری باتیں حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اس دعا کی قبولیت کسطرح سے ہوئی وہ تم لوگ جانتے ہو اور یہ صرف اس دعا ہی کے ثمرات ہیں جس سے ہم یہ فایدہ اٹھاتے ہیں دعا ایک بڑی عظیم الشان طاقت والی شئے ہے علاوہ ابراہیم علیہ السلام کے جب دوسرے نبیوں کی کامیابیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کا باعث بھی صرف دعا ہی کو پاتے ہیں وہ دعا ہی تھی جس نے حضرۃ آدم کو کرب و بلا سے نجات دی اور وہ دعا ہی تھی جس نے حضرۃ نوح علیہ السلام کی کشتی کو پار لگایا قرآن شریف کے ابتدا میں بھی دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہے اور انتہا بھی دعا ہی پر ہے یعنی اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پر۔ جب ہم نبی کریم علیہ السلام کی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے۔ کھانے پینے۔ نماز کے ادا کرنے۔ سودا سلف لانے۔ بات چیت کرنے غرضیکہ ہر ایک کام کی ابتدا ہی دعا سے ہے پس خوب یاد رکھو کہ مضطر کی تسکین کا باعث اور کمزور طبائع کی ڈھارس یہی دعا ہے جب انسان کسی غرض کی تکمیل کیلئے ظاہری سامان مہیا کرتا ہے تو اسے یہ علم ہرگز نہیں ہوتا کہ اس سے ضرور وہ غرض حاصل ہو جاوے گی کیونکہ سامان کے بہم پہونچ جانیکے بعد اور مخفی در مخفی ایسے اسباب اور واقعات کی ضرورت ہوتی ہے جنپر اسکا علم ہرگز محیط نہیں ہوتا تو اس وقت صرف دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہوتا ہے جس سے وہ اپنی غرض مطلوب کے حاصل کرنیکے لئے امداد طلب کر سکتا ہے اور اسی سے وہ مخفی در مخفی اسباب میسر ہو جاتے ہیں جن سے اس غرض کی تکمیل ہوتی ہے ❊

بعض کمزور طبائع جو کہ دعا کی اس خوبی سے ناواقف ہیں انکو چاہئے اور لازم ہے کہ اسے ایک مجرب نسخہ مانکر استعمال کریں کیونکہ یہ ہزار ہا راستبازوں کا تجربہ کیا ہوا ہے۔ طبابت میں بھی عمدہ اور اعلیٰ نسخہ وہی ہوتا ہے جو کہ بہت سے بیماروں پر مفید ثابت ہوا ہو۔ اور اگرچہ ایکدو کو مضر بھی ہو لیکن فایدہ کی کثرت اسکے عمدہ ہونے پر کافی دلیل ہوتی ہے یہی حال دعا کا ہے ہر ایک کی طبیعت ایجاد نہیں کر سکتی اسلئے عام اور کمزور طبائع نے تجربات کا استعمال دانا ؤں نے ہی تجویز کیا ہے اسلئے اس قسم کے لوگوں کو بھی پہلے فرضی طور پر اسکی خوبیوں کو مانکر اس پر عملدرآمد شروع کرنا چاہئے جسقدر بڑے بڑے علوم مثل ریاضی۔ مضامین جغرافیہ علم الافلاک صرف و نحو وغیرہ ہیں۔ ان سب کی ابتدا اول فرض پر ہے پھر اسی پر انسان ترقی کرکے بڑے بڑے عظیم الشان نتائج پر پہنچ جاتا ہے۔ ایک پولیس مین کے کہنے پر فرضی طور پر ایک گھر کی تلاشی لی جاتی ہے اگرچہ صرف ظنی امر ہوتا ہے مگر بسا اوقات مال بھی برآمد ہو جاتا ہے پس مومن کو چاہئے کہ نبی کریم کی تعلیم سے اور سابقہ راستبازوں کے تجربہ کی بنا پر دعا کو ذریعہ بنا دے اور اپنی کمزوری کی آگاہی کیلئے بھی دعا ہی کرے تو اسے معلوم ہوگا۔ کہ دعا کیسی عجیب اور ضروری شئے ہے دعا کے ساتھ خدا تعالی نے صبر کی بھی تعلیم دی ہے کیونکہ بعض وقت بمصلحت الٰہی سے جب دعا کی قبولیت میں دیر ہوتی ہے تو انسان اللہ تعالی پر سوء ظن کرنے لگتا ہے۔ اور بعض دعا کی نسبت اسے شکوک اور شبہات پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے استقلال اور جناب الٰہی پر حسن ظن رکھے۔

جو آیتہ میں نے پڑھی ہے۔ وہ ثمرہ دعا ابراہیم اور اسمیں ظاہر فرمایا ہے کہ ایک رسول ہونا چاہئے جو کہ تیری آیات پڑھے اور پڑھاتے اور لوگوں کو مزکے اور مطہر کرے یہ تین باتیں ہیں جو کہ اس دعا کے ذریعہ چاہی گئی ہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ اول دو باتیں تعلیم اور تعلم تو اب تک موجود ہے بچہ بچہ اور بوڑھے اور جوان اور حفاظ قرآن کی تلاوت میں معروف ہیں اور علماء اور واعظوں کے ذریعہ سے لوگوں کو قرآن شریف کے اسرار و حقائق کا بھی کچھ نہ کچھ علم ہوتا ہے اور دونوں سلسلوں نے ابتک جاری رہکر اسبات کو ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ابراہیم کی دعا نے قبولیت کا شرف ⅔ حصہ حاصل کر لیا ہے لیکن کیسے افسوس کی بات ہوگی اگر ہم یہ مان لیں کہ اس دعا کی جزو اعظم دوسروں کو مزکے اور مطہر بنانے کا کوئی سلسلہ نبی کریم کیطرف سے موجود نہ ہو۔ رسول کی بعثت کی علت غائی اور دعا کا مغز اور لب لباب تو یہی تھا۔ اور پھر اگر یہی نہیں رہا تو دعا کی قبولیت کیا ہوئی۔ خدا تعالی کو چونکہ علم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہونگے جو کہ اس دعا کی قبولیت کی نفی کریں گے اسلئے اسنے اپنی پاک کلام میں وعدہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ اور دوسری جگہ فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین لوگوں کو مزکے اور مطہر بناتے رہینگے۔ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ جس دین کو اسنے ان کے لئے پسند کیا ہے اسمیں طاقت پیدا کر دینگے اور ایسی مقدرت عطا کرینگے جس سے نفوس کا تزکیہ ہو۔ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ انکو مشکلات بھی پیش آوینگے لیکن اللہ تعالے ان کی پناہ ہوگا

مشکلات پیش آنیکا باعث یہ ہوا کرتا ہے کہ انسانی طبائع کسی کا محکوم ہونے میں مضائقہ کیا کرتے ہیں چنانچہ خود خدا تعالے فرماتا ہے کہ ہماری حکومت کو یہ لوگ طوعاً اور کرہاً مانتے ہیں پس جب خدا کی حکومت کا یہ حال ہے تو جب انبیا علیہم السلام کی حکومت ہوتی ہے اسوقت لوگوں کو اور بھی اعتراض ہوتا ہے اور جھنجھلا کر کہتے ہیں لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ پ ۲۵ ۹ کہ وحی کا مستحق فلاں شخص یا عالم تھا اس سے ظاہر ہے کہ لوگ رسول کی بعثت کیلئے خود بھی کچھ صفات اور اسباب تجویز کرتے ہیں جس سے ارادہ الٰہی بالکل لگا نہیں کھاتا علی ہذا القیاس۔ جب رسول کے خلیفہ کی حکومت ہو تب تو انکو مضائقہ پر مضائقہ اور کراہت پر کراہت ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ۔ کہ کیا یہ لوگ الٰہی فضل کی خود تقسیم کرتے ہیں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ وجہ معاش میں ہمنے انکو خود مختار نہیں رکھا اور خود ہم نے اسکی تقسیم کی ہے۔ پس جب انکو علم

کہ خدا کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا ہے تو پھر انبیاء اور اُن کے خلفا کا انتخاب بھی اسی کے ارادہ سے ہونا چاہیئے۔

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ کہ تم میں محمدؐ خدا کا رسول ہے اگر تمہاری رائے پر چلے تو تمہیں مشکلوں اور دکھوں کا سامنا ہو۔ یہ خدا کا ہی انتخاب ہے جو کہ اپنا کام کئے جا رہا ہے یہ اسی کا فعل ہے کہ امام بناوے خلیفہ بناوے تمہاری سمجھ وہاں کام نہیں آ سکتی۔ رموز سلطنت خویش خسرواں دانند۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہمارے کہنے سے مامور کر دیوے اور اُس کے اخلاق ردّی ثابت ہوں۔ ظالم۔ خودغرض۔ کینہ پرور نکل آوے تو دیکھو کس قدر مشکل پڑے اسی لئے لوگوں کو انجمنوں اور سماجوں میں اپنے منتخب کردہ پریسیڈنٹوں کو منسوخ کرنا پڑتا ہے یا وہ لوگ خود الگ ہو جاتے ہیں انسان جب سے پیدا ہوا ہے اپنے جسم کو چیر پھاڑ رہا ہے اور زمین کا ایک ایک روڑا الٹ دیا ہے صرف اس لئے کہ اسکے بچاؤ کا سامان نکل آوے مگر دیکھ لو کہ کچھ پیش نہیں گئی۔ فن جراحی میں کمال کر دیا ہے ہر ایک مرض کے جرم معلوم ہوگئے ہیں مگر پھر بھی بیماریاں ہیں موت کا بازار گرم ہے۔ اپنے زمانہ سے ۳۰ لاکھ سال پیشتر تک کا پتہ دیتا ہے کہ یہ تھا لیکن کل کیا ہوگا یا چند منٹوں کے بعد کیا پیش آنیوالا ہے۔ اسکا اُسے علم نہیں پھر کیسی نادانی ہے کہ اسقدر عظیم الشان کام کے انتخاب کو اپنے ذمہ لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ نبی اور مامور ہمارے کہنے سے ہو۔

پس سوچنے کا مقام ہے کہ جب تلاوت دو الفہم کا سلسلہ اُس دعا کے مطابق ختم نہیں ہوا تو پھر تزکیۂ نفس کا سلسلہ یعنے مامورین الٰہی کا وجود کیوں ختم ہو جاوے۔ اور جیسے رسولوں کی رسالت کسی کی رائے اور کہنے پر نہیں ہوتی تو خلافت کسی کے کہنے سے کیوں ہو جو مامور اور مرسل آتے ہیں وہ خدا ہی کے انتخاب سے آتے ہیں مخالفت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی ہو۔ اور وہ بتلا دے کہ یہ ہمارا انتخاب اور ہمارے ہاتھ کا بویا ہے اسی لئے انلوگوں کے بیرونی اور اندرونی دشمن پیدا ہو جاتے ہیں جن کو یہ لوگ بڑے زور سے چیلنج دیتے ہیں۔ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَکُوْنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ پ۸ ۳۔ کہ تم اپنی جگہہ کوئی دقیقہ میری تباہی اور ناکامی کا ہرگز نہ چھوڑو اور کام کئے جاؤ اور میں بھی اپنا کام کر رہا ہوں انجام کار خود پتہ لگ جاویگا۔ کہ مظفر و منصور کون ہے پھر کہتے ہیں عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ پ ۱۱۔ کہ میرا بھروسہ خدا پر ہے۔ تم سب جمع ہو کر جو حیلہ چاہو کر لو۔ اور ایسا کرو کہ تمکو اپنی کامیابی میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ اور کوئی مفر میرے لئے نہ رہنے دو۔ پھر دیکھ لو کہ تم ناکام اور میں بامراد ہوتا ہوں کہ نہیں۔ پس ایسے ایسے موقعوں پر خدا تعالیٰ اپنے مرسلوں کے دشمنوں کو بیدست و پا کر کے بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا محافظ ہوں کہ نہیں اور یہ ہمارا مرسل ہے کہ نہیں۔ غرضیکہ انبیاء کی بعثت میں ایک سر ہوتا ہے۔ کہ اُن کے ذریعہ سے الٰہی تصرف اور اقتدار کا پتہ لگتا ہے۔

بیعت کے معنے اپنے آپ کو بیچ دینے کے ہیں اور جب انسان کسیکو دوسرے کے ہاتھ پر بیچ دیتا ہے تو اُس کا اپنا کچھ نہیں رہتا۔ صحابہ کرام نے اپنے نفسوں کو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیچکر آپکی اطاعت کو کہاں تک مد نظر رکھا ہوا تھا۔ اس کا حال دو حکایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جن کا ذکر میں کرتا ہوں۔ جمعہ کے روز خطبہ ہو رہا تھا۔ اور لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ عبد اللہ ابن مسعود ایک صحابی اُس وقت مسجد کی گلی میں آ رہے تھے۔ آپکو بھی یہ آواز پہونچگئی اور جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ میں نے سمجھا کہ خدا معلوم مسجد جانے تک جان ہوگی یا نہ یہ حکم سنا ہے۔ اسی وقت اسکی تعمیل کر لوں۔

دوسرا واقعہ ایک صحابی کعب نامی کا ہے جو کہ آنحضرت صلعم کا صحابی اور دولتمند آدمی تھا۔ آپ نے جب غزوہ تبوک کی طیاری کا حکم جماعت کو دیا۔ تو ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہہ طیاری کرنے لگا اور کعب نے خیال کیا کہ چونکہ میں ایک امیر آدمی ہوں اسلئے جسوقت چاہونگا ہر ایک سامان مہیا کر لونگا۔ چونکہ بستی کوئی بڑی نہ تھی۔ کہ افراط سے ہر ایک شئے موجود ہوتی اس لئے لوگ تو طیاری کر کے روانہ ہوگئے اور کعب پیچھے رہگیا۔ جب وہ بازار میں گیا تو اُسے کچھ بھی نہ ملا۔ اس کاہلی اور سستی کا اور کیا نتیجہ ہوتا۔ آخرکار شمولیت سے محروم رہا۔ جب آنحضرۃ صلعم واپس تشریف لائے تو کعب ایک حدیث میں خود بیان کرتا ہے۔ مجھے غم نے تنگ کیا اور میں جھوٹ بولنے کا ارادہ کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ ایسی بات کہوں کہ آپ کے غصہ سے بچ جاؤں اور اپنی برادری کے ہر عقلمند سے اسمیں اعانت کا طلبگار ہوا جب خبر لگی کہ رسول اللہ صلعم تشریف لے آئے اسوقت مجھ سے یہ کذب دور ہو گیا۔ اور میں نے جان لیا۔ کہ آپ کے روبرو جھوٹ بولنے سے مجھے کبھی نجات نہ ہوگی۔ پس میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصباح مدینہ میں آ پہونچے اور جب آپ سفر سے تشریف لایا کرتے تھے۔ تو اول مسجد میں نزول فرمایا کرتے تھے آپ نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں کی ملاقات کیلئے وہاں ہی بیٹھ گئے پس متخلف لوگ آتے اور سوگند کھا کھا کر اپنے تخلف کے عذر آپ کے سامنے بیان کرتے تھے اور یہ لوگ اسّی آدمی سے کچھ زیادہ تھے۔ رسول اللہ صلعم نے اُن کا ظاہر قبول فرمایا۔ اور اُن سے بیعت کی اور اُن کے لئے استغفار کیا۔ اور اُن کے باطن اللہ تعالےٰ کے سپرد فرمائے جب میں خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے دیکھکر غضبناک آدمی کیطرح تبسم فرمایا۔ اور مجھے کہا آگے آ میں سلام کہکر آپ کے آگے بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ تو کس سبب پیچھے رہگیا کیا تو نے سواری خرید نہیں کی تھی میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر آج میں آپ کے سوا کسی دنیادار آدمی کے روبرو ہوتا تو خدا تعالےٰ نے مجھے کلام میں ایسی فصاحت عطا کی ہے کہ آپ دیکھتے کہ میں عذر بیان کر کے اُس کے غصہ سے صاف نکل جاتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج جھوٹھ بولکر آپ کو خوش بھی کر لونگا تو عنقریب خدا تعالیٰ آپکو مجھ پر غضبناک کر دیگا اور اگر آج میں نے آپ کے روبرو سچ کہا تو بیشک آپ مجھ پر غضبناک ہونگے مگر خدا تعالےٰ سے مجھے عاقبت حمیدہ کی امید ہے۔ خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ مجھے کوئی عذر نہ تھا اور میں تخلف کیوقت پہلے سے کبھی قوی اور خوش گذران نہ تھا۔ (میری یہ عرض سنکر) آپ نے فرمایا۔ بیشک اس نے سچ کہا اور مجھے فرمایا) کہ اوٹھ کھڑا ہو اور چلا جا تاکہ خدا تعالیٰ تیرے حق میں فیصلہ کرے (میں اٹھ کھڑا ہوا) اور بنی سلمہ میں سے کچھ آدمی میرے پیچھے ہو لئے اور مجھے کہتے تھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے ہم نہیں جانتے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ آج تو نے رسول اللہ صلعم کے روبرو ویسے ہی عذر کیوں نہ کئے جیسے دوسرے متخلفوں نے کئے تھے تیرے گناہ کے لئے رسول اللہ صلعم کا استغفار کافی تھا مجھے خدا تعالےٰ کی قسم ہے کہ وے لوگ ایسے میرے پیچھے ہوئے کہ اُن کے کہنے سے میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ لوٹ کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں اپنی پہلی تقریر کی تکذیب کروں پھر میں نے اُن سے پوچھا کہ اس کام میں میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے (یعنے کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے میری جیسی تقریر کی ہو) انہوں نے کہا ہاں دو آدمی نے تیری جیسی تقریر کی ہے اور انکو بھی رسول اللہ صلعم نے ایسا ہی فرمایا ہے جیسا تجھے فرمایا ہے۔ میں نے کہا وہ دونوں کون کون ہیں لوگوں نے کہا ایک مرارہ بن ربیعہ عامری اور دوسرا ہلال بن امیہ واقفی وہ کہتا ہے کہ لوگوں نے ایسے دو آدمی صالح کا نام لیا

* یہ قصہ ہم نے اصل کتاب حدیث سے نقل کر دیا ہے تاکہ ناظرین کو واقفیت تامہ ہو۔

کہ بعد میں حاضر ہوئے تھے۔ اور جن کا اقتدا کرنا چاہئے تھا کعب کہتا ہے جب انہوں نے میرے روبرو ان دونو کا ذکر کیا تو میں چلا گیا (اور لوٹ کر رسول اللہ صلعم کے پاس پہلی تقریر کی تکذیب کرنے نگیا) اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ متخلفین میں سے ان تین آدمی سے کوئی کلام نکرے۔ کہتا ہے کہ لوگ ہمسے اجتناب کر گئے یا کہا کہ لوگ ہم سے متغیر ہوگئے تا کہ وہ زمین بھی مجھے اوپری معلوم دینے لگی گویا وہ زمین ہی نہ تھی۔ جسکو میں پہچانتا تھا۔ پس ہم پچاس رات اسی حال میں مبتلا رہے اُن دونو میرے یاروں نے عاجز ہوکر اپنے گھروں میں بیٹھکر رونا شروع کیا۔ اور میں جوان دلیر تھا۔ بازاروں میں پھرتا تھا۔ اور نماز میں حاضر ہوتا تھا مگر مجھ سے کوئی کلام نہ کرتا تھا اور میں نماز کے بعد رسول اللہ صلعم کو آنکر سلام کہتا اور دیکھتا کہ سلام کے جواب میں آپکے لب مبارک نے حرکت کی ہے یا نہیں پھر میں رسول اللہ صلعم کے قریب کھڑا ہوکر نماز پڑھتا اور آنکھ چرا کر آپکی طرف دیکھتا۔ جب میں نماز کیطرف متوجہ ہوتا۔ تو آپ میریطرف نظر کرتے اور جب میں آپ کیطرف دیکھتا تو آپ منہہ پھیر لیتے جب مسلمانوں کی کڑائی مجھپر بہت ہوگئی تو ایکدن میں ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پھاند کر جو میرا چچا زاد بھائی تھا اور میری اُس سے بہت محبت تھی باغ میں گیا میں نے اُسکو السلام علیکم کہا مگر اُس نے سلام کا جواب نہ دیا میں نے کہا اے ابو قتادہ میں تجھے اللہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ تجھے معلوم ہے کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلعم سے محبت رکھتا ہوں وہ خاموش رہا۔ اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے پھر اُسکو قسم دیکر کہا۔ وہ خاموش ہی رہا میں نے پھر تیسری دفعہ جب قسم دیکر کہا تو اُسنے اسقدر کہا کہ اللہ اور رسول اللہ صلعم خوب جانتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میرے اشک جاری ہوگئے اور اسیطرح سے دیوار پر سے ہوکر وہاں سے نکل آیا میں بازار میں چلا جاتا تھا کہ ایک آدمی شام کے لوگوں میں سے جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے کو آئے تھے کہتا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتلا دے لوگوں نے میریطرف اشارہ کردیا اُسنے مجھے غسان کے حاکم کا خط دیا اور چونکہ میں لکھا پڑھا تھا میں نے وہ خط پڑھا۔ اس میں لکھا تھا اما بعد ہمکو خبر پہنچی ہے۔ کہ تیرے صاحب نے تجھپر ظلم کیا اور خدا تعالے نے تجھے ذلیل و ضائع نہیں کیا تو ہمارے پاس چلا آ۔ ہم تیری پرورش کرینگے خط پڑھکر میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ یہ بھی ایک بلا آئی (کہ کفار کو ہماریطرف طمع ہوگئی ہے) پھر اُس خط کو تنور میں جلا دیا جب اس حال کو چالیس روز ہوگئے تو ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا بھیجا ہوا آیا اور مجھے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے تجھے فرمایا ہے۔ کہ تو اپنی عورت سے علیحدہ ہوجا میں نے کہا کہ آپ نے طلاق دینے کو فرمایا ہے یا کیا۔ اُسنے کہا طلاق کو نہیں فرمایا مجامعت سے منع فرمایا

یہ ایک عیسائی فرمانروا تھا

اور دوسرے دونو میرے یاروں کو بھی یہی کہلا بھیجا میں نے اپنی عورت کو کہا۔ کہ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ کا حکم نہیں آتا تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا۔ اور ہلال بن امیہ کی عورت نے رسول اللہ صلعم کیخدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ یا رسول اللہ۔ ہلال بن امیہ بوڑھا ناکارہ ہے اسکا خادم کوئی نہیں کیا آپ اُسکی خدمت کرنیسے مجھے منع فرماتے ہیں آپنے فرمایا نہیں بلکہ وہ تجھسے مقاربت نہ کرے اُسنے عرض کی کہ خدا تعالے کی قسم ہے وہ اس کام کی لائق ہی نہیں واللہ وہ جس روز سے اس حال میں مبتلا ہوا ہے آج تک دن رات روتا ہی رہتا ہے بعضے لوگوں نے مجھے کہا کہ تو بھی اپنی عورت کی بابت رسول اللہ صلعم سے اجازت طلب کر جیسے ہلال کی عورت نے آپسے اس کی خدمت کرنیکا اذن لے لیا ہے۔ میں نے کہا اگر میں اس امر میں آپسے عرض کروں معلوم نہیں آپ کیا جواب دیں اور میں جوان آدمی ہوں (یعنے عورت کے پاس ہوتی مجھے صبر کرنا مشکل ہے) تا کہ دس رات اور گذر گئیں اور ہمارے اس حال کو پچاس رات ہوگئی پچاسویں رات کی صبح کو میں فجر کی نماز اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر پڑھکر اسی حالت میں بیٹھا تھا۔ جیسے خدا تعالے نے قرآن میں ہماری خبر دی ہے اور میرا دم بسبب غم کے بند ہو رہا تھا۔ اور زمین باوجود کشائش کے مجھپر تنگ ہو رہی تھی کہ میں نے ایک آدمی کی آواز سنی کہ پہاڑ سلع پر باواز بلند کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک تجھے بشارت ہو۔ میں سنتا ہی سجدہ میں گر پڑا اور جان گیا کہ خدا تعالے کیطرف سے کشائش آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھتے ہی لوگوں کو ہماری توبہ کے قبول ہونے کی خبر کردی لوگ ہمکو بشارت دینے ..... شروع ہوگئے اور دونو میرے یاروں کے پاس بھی بشارت دینے والے پہونچے اور ایک گھوڑا دوڑا کر میریطرف آیا۔ اور ایک آدمی نے بنی اسلم میں سے پہاڑ پر چڑھکر آواز کی آواز گھوڑے کی سوار سے پہلے پہنچی جب وہ شخص جسکی میں نے آواز سنی تھی۔ میرے پاس آیا تو میں نے اپنے دونو کپڑے اُتار کر بشارت کے عوض میں اسکو پہنا دیئے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اُس روز میرے پاس وہی کپڑے تھے۔ جو دیدیئے اور میں نے دو کپڑے عاریتہً لیکر پہن لیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونیکا ارادہ کرکے چلا رستہ میں لوگ مجھے ملتے تھے۔ اور توبہ کی قبولیت کی تہنیت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ تا کہ میں مسجد میں پہونچا وہاں لوگ رسول اللہ صلعم کے گرد مجتمع تھے۔ طلحہ بن عبید اللہ رض مجھے دیکھکر

کھڑا ہوگیا اور دوڑ کر مجھسے مصافحہ کیا۔ اور تہنیت دی واللہ مہاجرین میں سے اُسکے سوا دوسرا میری خاطر کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ کعب طلحہ کے اس کام کو ہمیشہ یاد کیا کرتا تھا کعب کہتا ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلعم کو آنکر سلام کیا اسوقت آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمکتا تھا۔ آپنے فرمایا تجھے بشارت ہو ایسے دن کی جب سے تو ماں سے پیدا ہے اسدن سے بہتر کوئی دن تجھپر نہیں آیا۔ میں نے گذارش کی کہ بشارت آپکی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کیطرف سے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے اور رسول اللہ صلعم کا چہرہ مبارک خوشی کیوقت ایسا روشن ہوجایا کرتا تھا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس حالت کو جانتے تھے میں نے آپ کے سامنے بیٹھکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ میری توبہ میں سے ہے کہ میں اپنا مال صدقہ کردوں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ کچھ مال اپنے لئے رکھ لے کہ یہہ تیرے حق میں بہتر ہے میں نے عرض کی کہ خیبر کی غنیمت میں سے جو مجھے حصہ ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھتا ہوں میں نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ۔ اللہ تعالے نے میرے صدق کے سبب مجھے نجات دی ہے یہ بھی میری توبہ میں سے ہے کہ آئندہ کو میں اپنی زندگی میں سچ کے سوا کوئی بات نہ کرونگا مجھے خدا تعالے کی قسم ہے۔ کہ جسدن سے میں نے یہ بات رسول اللہ صلعم سے عرض کی ہے اُسدن سے کسی مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے ایسا انعام نہیں کیا جیسا صدق کے باعث مجھی انعام کیا ہے اور اُس دن سے آجتک کبھی جھوٹ نہیں کہا اور امید ہے کہ خدا تعالے آئندہ کو بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

اب دیکھو کہ فرماں برداری اسکا نام ہے کہ جماعت سے ایک شخص الگ کیا جاتا ہے بیوی کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اُسکے پاس نہ جاوے اور دشمن کی طرف سے دلداری اور امداد کا وعدہ ملتا ہے مگر سر مو فرق نہیں آتا۔ غرضیکہ فرمانبرداری عجیب نعمت ہے تاں بیعت یعنے کسی کی فرمانبرداری میں اپنے آپ کو دیتے وقت یہ ضرور دیکھہ لینا چاہئے کہ کسی شیطان کی بیعت تو نہیں کرتے اس لئے کثرت سے استغفار اور لاحول کرنی چاہئے کہ کہیں سابقہ بدیاں اور غلطیاں ٹھوکر کا موجب نہ ہوں یہ خدا ہی کا دست قدرت ہوتا ہے جو کہ ایک نبی کا قائم مقام کسیکو بناتا ہے اُن پر مشکلات آتی ہیں مگر خدا بدلا دیتا ہے ان لوگوں میں التعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ دونو کمالات ہوتے ہیں خدا کے کاملہ صفات کے یہ لوگ گرویدہ ہوتے ہیں اور مخلوق کی بے ثباتی اور لاشے ہونا اُنکو بتلاتا ہے کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہے اگر مرکے ہونا انسان کی اپنی طاقت کا کام ہوتا۔ تو عقلمند اور مادی علوم کے محقق اعلے درجہ کے پارسا ہوتے مگر اسی قسم کے لوگ گمراہ

اخبث ہوکر خدا سے دور چلے جاتے ہیں اس لئے تزکیہ ہونیکے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ کہ خدا کی طرف سے کوئی آدمی جسمیں کشش اور جذب کی طاقت ہو۔ اس قسم کے انسان آتے ہیں لیکن لوگوں کے اندر جو غلط کاریاں ہوتی ہیں اُن سے بعد ہو جاتا ہے اُن غلط کاریوں کی ایک بڑی اصل کبر ہے جسکا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کے اول تواریخی واقعہ میں کیا ہے۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ۔ اس سے ظاہر ہے کہ اول ہی انکار اور کبر ایک ایسی شے ہے جو کہ فیضان الٰہی کو روکدیتی ہے طاعون کے گذشتہ دورہ میں جو الہام حضرت اقدس کو ہوا تھا۔ اس میں بھی شرط لگی ہوئی تھی۔ کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا بِالْاِسْتِکْبَارِ۔ کبر۔ تزکیہ نفس کی ضد ہے اور دونو چیزیں ایک جا جمع نہیں ہو سکتیں۔

دوسری بات جو کہ انسانی ترقی کی سدِ راہ ہوتی ہے وہ اس کا نفاق ہے کہ جب کوئی دُکھ ہوتا ہے تو خدا سے لمبے چوڑے وعدے کرتا ہے کہ اگر یہ دُکھ مجھسے دور ہو جاوے تو میں فلاں فلاں کام کروں گا تیری عبادت کرونگا صدقہ دونگا دین کی خدمت کرونگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ایسے مواقع لوگوں کو بے روزگاری تنگی معاش۔ کمی تنخواہ۔ اور اپنی اور بال بچوں کی بیماری وغیرہ میں پیش آتے ہیں لیکن جب مشکل کا پہاڑ ٹل جاتا ہے۔ تو سب بھول جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ منافق ہوکر مرتے ہیں۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا۔

اَبٰی۔ اِستکبار۔ بدعہدی یعنے نفاق یہ تین باتیں ہوئیں۔ چوتھی جھوٹ کی عادت ہے جو کہ انسان کو فیض الٰہی سے محروم رکھتی ہے۔ پس چاہئے کہ ہمیشہ اپنا اندرونہ ٹٹولتے رہو۔ کہ اِن عیبوں میں سے کوئی ہمارے اندر تو نہیں ہے ایک طرف محرومی کے اسباب پر غور کرے دوسری طرف توبہ اور استغفار سے کام لے ورنہ یاد رکھو کہ بڑے خطرہ کا مقام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ایک قوم نکلی تھی۔ اور موسیٰؑ نے اُن کو الٰہی ارادوں سے اطلاع بھی دیدی تھی۔ کہ وہ تمہیر انعام کرنا چاہتا ہے۔ اور جتلادیا تھا۔ کہ اگر تم حکم نہ مانوگے۔ تو خائب و خاسر ہوگے۔ مگر قوم نے عذر تراشے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چالیس سال جنگل میں بھٹکتے رہے۔ اور ترقی کی رفتار رُک گئی اس سے ظاہر ہے۔ کہ بعض وقت لوگوں کے اعمال ایک مامور کو بھی مشکل میں ڈالتے ہیں۔ اس لئے تم لوگوں کو فکر چاہئے کہ ایک شخص مامور و مرسل تم میں موجود ہے۔ تم نے اپنی برادری اور قوم اور خویش و اقارب کی پرواہ نہ کرکے اُسکے ہاتھ پر خود کو فروخت کردیا ہے۔ اگر تم میں وہی بلائیں اور ظلمتیں موجود ہیں جو کہ موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ والوں میں تھیں تو تم اُسکے راستہ میں روک ڈالتے اور خود فیض سے محروم رہتے ہو دنیا میں تو اُسے قبول کرکے ناپسندیدہ بنگئے۔ مگر اب خدا کے نزدیک نہ بنو۔

انسانی ترقی کا بڑا ذریعہ انسان کے ذاتی اخلاق ہوتے ہیں جس سے وہ واحد شخص خود اپنے نفس میں سُکھ پاتا ہے۔ اور امن اور آرام کی زندگی بسر کرتا ہے مثلاً اگر وہ کسی کی نعمت دیکھکر حسد نہیں کرتا تو اس سوزش اور جلن سے محفوظ رہتا ہے جو کہ حاسد کے دلکو ہوتی ہے۔ اگر کوئی دوسرے کو دیتا ہے اگر یہ طمع نہیں کرتا۔ تو عذاب سے بچا رہتا ہے۔ جو کہ طمع کرنیسے ہوتا ہے۔ ایسے ہی جو لوگ اخلاق فاضلہ حاصل کرتے ہیں وہ جزع فزع شہوت اور غضب کے تمام دکھوں اور آفتوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ ذاتی سُکھ کے ذرائع اخلاق فاضلہ ہیں۔ یہ بھی ایک فضل کی قسم ہے۔ جو کہ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس سے وہ نتائج مرتب نہیں ہوتے جو کہ اکٹھا ہونیسے ہوتے ہیں یاد رکھو۔ کہ الٰہی فضل کی بہت قسمیں ہیں۔ اکیلے پر وہ فضل نہیں ہوتا جو کہ دو کے ملنے پر ہوتا ہے۔ اسکی ایک مثال دنیا میں موجود ہے کہ اگر مرد اور عورت الگ الگ ہوں اور وہ اس فضل کو حاصل کرنا چاہیں جو کہ اولاد کے رنگ میں ہوتا ہے۔ تو وہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دونو نہ ملیں اور اُن تمام آداب کو بجا نہ لاویں۔ جو کہ حصول اولاد کیلئے ضروری ہیں اسیطرح ایک بھاری جماعت پر جو فضل الٰہی ہوتا ہے وہ چند آدمیوں کی جماعت پر نہیں ہو سکتا ایک گھر کی آسودگی اور آرام کا فضل اگر کوئی حاصل کرنا چاہے تو جب ہی ہوگا۔ کہ اُسے مامائیں۔ خدمتگار۔ اور سونے۔ کھانے۔ پینے۔ نہانے وغیرہ کے الگ الگ کمرے اور ہر ایک کا الگ الگ اسباب مہیا ہونے کی مقدرت ہو۔ ایسے ہی اگر ترقی کرتے جاؤ۔ تو بادشاہت اور سلطنت کے فضل کا اندازہ کر سکتے ہو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک تم لوگوں میں باوجود اختلاف کے ایک عام وحدت نہ ہوگی اور ہر ایک تم میں سے دوسرے کو فائدہ پہنچانیکی کوشش میں نہ لگا رہیگا۔ تو تم خدا کے اس فضل عظیم کو حاصل نہ کرسکوگے جو کہ ایک بھاری مجمع پر ہوتا ہے

والف بین قلوبهم لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبهم ولکن اللّٰه الّف بینهم انّه عزیز حکیم۔ میں اسی کی طرف اشارہ ہے وحدت کی روح کو جو کہ صحابہ کرام میں پھونکی گئی تھی اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تعبیر کیا ہے۔ اس وحدت کے پیدا ہونیکے لئے چاہئے۔ کہ آپس میں صبر اور تحمل اور برداشت ہو اگر یہ نہ ہوگا۔ اور ذرا ذرا سی بات پر روٹھو گے۔ تو اس کا نتیجہ آپس کی پھوٹ ہوگا۔ اسی وحدت کی بنیاد کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ پ۱۰۔ یعنے اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اُن کی اطاعت اسی حال میں کرسکو گے۔ جبکہ تم میں تنازع نہ ہو۔ اگر تنازعات ہوں گے تو یاد رکھو۔ کہ قوت کی بجائے تم میں بزدلی پیدا ہوگی۔ اور جو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہوگی وہ نکل جاوے گی۔ یہ بات تم کو صبر اور تحمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کو اپنے اندر پیدا کرو۔ تب خدا کی معیت تمہارے شامل حال ہوکر وحدت کی روح پھونکیگی۔ پس اگر تم کوئی طاقت اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو اور مخلوق کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہو۔ تو صبر اور تحمل سے کام لو۔ اور تنازع مت کرو۔ اگر چشم پوشی سے باہم کام لیا جاوے تو بہت کم نوبت فساد کی آتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگ روحانی بیماریوں کیلئے تو علاج اور دوا تلاش کرتے ہیں لیکن روح کی بیماری کا فکر کسی کو بھی نہیں ہے۔ اسوقت مسلمانوں کی حالت کی مثال ایک جنم کے اندھے کی سی ہے کہ اُس سے اگر بینائی کی خوبی اور لذت دریافت کی جاوے تو وہ اُسے جانتا ہی نہیں ہے۔ اور اسی لئے اُس کے آگے بینائی کی قدر بھی نہیں کیونکہ اُس نے اُس لذت کو پایا نہیں۔ پس اس وقت کے موجودہ مسلمان بھی اُس طاقت کی خوبی کو جو کہ قومی اتحاد اور وحدت سے پیدا ہوتی ہے۔ نہیں پہنچانتے اسکی وجہ یہ ہے۔ ایک سلطنت ان کے ہاتھ سے جا چکی ہے۔ اور اسی لئے اب اسطرف توجہ بھی نہیں۔ کہ دوسرے کو اپنے ماتحت کس طرح کیا کرتے ہیں۔ آجکل اگرچہ ریفارمیشن کے مدعی تو سینکڑوں ہیں لیکن وہ کیا ریفارمیشن کریں گے جبکہ خود ہی بغض اور کینوں میں گرفتار ہیں۔ دعوے تو ہے مگر سمجھ نہیں کہ یہ خدا کے مامور ہی کا کام ہے۔ جو کر سکتا ہے۔

پس اے عزیزو اور دوستو اپنی کمزوری کے رفع کیلئے کثرت سے استغفار اور لاحول کرو۔ اور رب کے نام سے دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ تمہاری ربوبیت یعنے پرورش کرکے تم کو مظفر و منصور کرے تاکہ تم آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے نیک نمونہ بن سکو۔ وہ نہ ہو کہ خدانخواستہ لعنت اُختہا کے مصداق اجب دوزخیوں کا ایک گروہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ تو جو اُس میں اول موجود ہوں گے وہ اسے لعنت کرینگے۔ کہ ہم نے تو کچھ نہ کیا تم ہی کرتے جیسے آجکل کے رافضی ہیں۔ اسکا بچاؤ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ سچی اتباع کرو۔ اپنے استنباط اور اپنے اجتہاد جس سے تم نفس کے دھوکہ میں آجاتے ہو۔ دور کرو۔ آپس میں خوش معاملگی اور حسن سلوک پر قدم رکھو۔ بغض۔ بخل۔ حسد۔ کینہ سے بچو۔ کہ خدا تعالےٰ کے وعدہ

کے موافق جو کہ اُس نے اپنے مرسل کی جماعت سے کیا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیٰوة الدنیا پورا ہو کر رہے۔ مطلق انسان کی کوشش سے کامیابیاں حاصل نہیں ہوا کرتیں۔ کیونکہ یہ سارے علل اسباب سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو ایک سال کی جانکاہ محنت سے زمیندار خرمن جمع کرتا ہے مگر جسے اتفاق کہتے ہیں۔ اُس سے آگ لگ کر ساری کا سارا خاک ہو جاتا ہے۔ اگر اُسے کامل علم ہوتا اور کامل اسباب حفاظت پر وہ احاطہ کر سکتا۔ تو کیوں یہ بربادی دیکھتا۔ یہی حالت انسان کے اعمال کی ہے اگرچہ وہ بڑے بڑے اعمال کرتا ہے لیکن ایک مخفی گند اندر ہوتا ہے۔ جس سے وہ تمام برباد ہو جاتے ہیں۔ اسکا علاج وہی ہے۔ جو کہ ذکر کیا۔ کہ دعا اور استغفار اور لاحول سے کام لو۔ پاک لوگوں کی صحبت میں رہو اپنی اصلاح کی فکر میں مظفر کی طرح لگے رہو۔ کہ مظفر ہونے پر خدا رحم کرتا ہے۔ اور دعا کو قبول کرتا ہے۔ دوسرے کی تحقیر ہرگز مت کرو۔ کہ اس سے خدا بہت ناراض ہوتا ہے۔ اور دوسرے کو حقیر جاننے والے لوگ نہیں مرتے جب تک کہ اُس گند میں خود نہ مبتلا ہوں۔ جسکی وجہ سے دوسرے کو حقیر جانتے ہیں۔

اس تقریر کے بعد حضرت حکیم الامت بیٹھ گئے اور پھر کھڑے ہو کر خطبہ کی تکمیل اصلاح سے کی۔

آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گذر گیا ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کے فضل کے ایام تھے جبکہ اس نے اس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا۔ اور عامہ اہل اسلام کے لئے اسی ماہ میں ہدایت سقدر فرمائی۔ راتوں کو اٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات و صدقہ اس مہینہ کی برکات ہیں سے ہیں۔ آجکے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے۔ دو ٹک گیہوں کے یا چار جو کے ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے پیشتر بالضرور ادا کیا جاوے۔ اور جن کو خدا نے زیادہ موقعہ دیا ہے۔ وہ زیادہ دیویں۔ اس جگہ مختلف ضرورتیں ہیں کہ جن کے لئے لوگوں کی خیرات کے روپیہ کی ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کا کل روپیہ ایک جگہ جمع ہوتا تھا اور پھر آپ اُسے مختلف مدوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک یہاں مدرسہ ہے۔ اور اسوقت اُسے بڑی ضرورت امداد کی ہے۔ مہمانوں کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں بعض وقت دیکھا گیا ہے۔ کہ ان بیچاروں کا سفر خرچ کسی گناہ کے باعث یا کسی مصلحت الہی سے جاتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی نے چرا لیا۔ یا گر گیا۔ وغیرہ۔ پھر غور کرو کہ مسافرت اور اجنبیت میں کسقدر تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی ایک گروہ مساکین کا رہتا ہے۔ تو ان سب کے لئے اخراجات کی ضرورت ہے۔

یہاں رہنے والے ۳ قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو حصول ایمان کیلئے رہتے ہیں۔ اور ان کو متواتر تجربہ سے علم ہو گیا ہے۔ کہ ضرورت کے وقت اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے خبر گیری کرتا ہے۔ بعض لوگ ملازم ہیں اور ان کی معاش کی سبیل قائم ہے۔ اور ایک گروہ وہ ہے جو کہ صرف محبت کی وجہ سے رہتا ہے۔ مگر اپنی ضرورتوں کو رفع نہیں کر سکتا۔ پس میری رائے یہ ہے۔ کہ تم میں سے ایک جماعت قائم ہو۔ جو ان سب کی خبر گیری کیا کرے اور اس قسم کے صدقہ اور خیرات کے روپیوں کو مناسب مقام پر تقسیم کر دیا کرے۔ بعض طالب علم مدرسہ کے اور بعض ہمارے پاس بھی اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ اُن کے لئے خبر گیری کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اگر جماعت قائم ہو۔ تو وہ اس کی بھی خبر لے سکتی۔ انسانی ہمدردی اور باہمی معاون کی بہت برکات اور افضال ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر وعدہ فرماتا ہے۔ اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔

میں چونکہ یہاں رہتا ہوں۔ اور پھر سارے دن باہر رہتا ہوں اس لئے مجھے ان ضرورتوں کا علم ہے۔ اور میری نسبت دوسروں کو کم ہے۔ خدا ہی انکا سر انجام دیکھنے والا اور مجھے بھی وہی دیکھنے والا ہے۔ ایسے امور کے لئے آپ سعی کریں۔ اور دوسرے بھائیوں تک بھی پہونچا دیویں جیسے ہمارے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کوئی فوجی کمانیر تھا۔ کوئی کاتب تھا۔ کوئی قرآن پڑھانیوالا تھا کوئی اخوۃ کی بہتری کی فکر کرنیوالا تھا۔ کوئی بادشاہوں کے پاس خطوط پہونچاتا تھا۔ کوئی نیک تحریکیں کرنیوالا تھا۔ ایسے ہی اگر مختلف مدیں مختلف لوگوں کے سپرد ہوں۔ اور ایک کمیٹی قائم ہو کر ان سب امور کی ترغیب کیا کرے۔ تو امید ہے کہ بہت کچھ انتظام ہو جاوے۔ خدا تعالےٰ مجھے اور آپ کو عمل درآمد کی توفیق عطا فرماوے۔

اس کے بعد حکیم صاحب موصوف نے حضرۃ اقدس علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ حضور دعا فرماویں۔ کہ ہم سب کو نیکی اور عمل درآمد کی توفیق عطا ہو۔ خصوصاً مجھکو کہ لوگوں کو تو سُناتا ہوں کہیں خود ہی اس پر عمل درآمد سے نہ رہجاؤں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ فقط

احسان

چونکہ میرے معزز احباب احمدیہ نے اپنے بقایا بذمہ کارخانہ میں مد نظر کیا ہے اور جسکی وجہ سے بہت سہولت بہم پہنچی ہیں اپنے بقایہ داران سے بھی اسی قسم کا احسان اور سہولت پسند کرتا ہوں مگر انکو خیال ضرور ہے کہ بظاہر اسباب کارخانہ کا مدار اسی آمدنی پر ہے اسلئے وہ اس کی

میری آخری چٹھی پر احباب کی نظر عنایت

میں اپنے مولا کریم کا کمال شکر گذار ہوں جسنے اپنی پاک جماعت کی برگزیدہ ممبروں میں میری خدمات کی عزت افزائی کی ہے۔ تلافی مافات کے نام سے جو آخری چٹھی میں نے اپنے دوستوں کے نام ارسال کی تھی۔ اور جس میں ایک ایک کارڈ بھی ارسال کیا گیا تھا اُس کے جواب میں آجتک جو کارڈ اخبار کے خریداروں کی طرف سے وصول ہوئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ غالباً ہمارا کارخانہ بھی خدا کے اُن پاک کلمات کا مصداق ہونیوالا ہے۔ جو کہ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء کو حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ کلمات یہ ہیں

رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد

کیونکہ سوائے چند خطوط کے باقی کل خطوط ہمدردی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور عام طور پر احباب نے بقایا کے بجائے پیشگی قیمت اخبار کی منظور کر لی ہے۔ اور بعض نے بجائے یکسالانہ اور دو سال کی پیشگی حسب درخواست کارخانہ منظور فرما کر قومی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے۔ اور حقوق اخوۃ کی پاسداری کی ہے خدا تعالےٰ ان تمام صاحبان کو جزائے خیر دیوے میں انشاء اللہ اُن خطوط کو یکے بعد دیگرے درج اخبار کرونگا۔ تاکہ میرے دوسرے بھائیوں کو بھی علم ہو جاوے کہ اس متبرک جماعت میں خدا تعالےٰ نے تالیف قلوب کا کسقدر مادہ رکھا ہے۔ اور برگزیدہ وقت حضرۃ امام الزمان علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض کے کلمات طیبات کی عظمت اور قدر ان لوگوں کے دلوں میں کس قدر ہے۔

صاحبان آپ کو علم ہے۔ کہ ہم سے پیشتر ایک امت گذر چکی ہے جس نے اپنی خدمت تبلیغ دین بجا لائے اور اپنے آقا اور امام حضرۃ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک قول و فعل کو عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھکر محفوظ رکھنے اور ضبط کرنے اور پھر ہم تک پہنچانیسے مراتب عالیہ قرب الہی کے حاصل کئے ہیں اور یہ انہی خدمات دینیہ کا نتیجہ ہے کہ ہم اور آپ ان کو رضی اللہ عنہم۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ علیہم السلام۔ صل وبارک علی آل محمد وغیرہ دعاؤں سے یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر آج جبکہ خدا تعالےٰ تبارک وتعالےٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں بھی اسی قسم کا موقعہ دیدیا ہے تو یہ کسقدر ہماری غفلت اور کم فہمی ہوگی۔ کہ باوجود اُن تمام آسان ذرائع تبلیغ و اتمام حجۃ و ضبط اقوال امام الزمان کے جو کہ برنگ ریل۔ ڈاک مطبع اور کاغذ و قلم ہمیں حاصل ہیں۔ اُن ظلی مراتب عالیہ کے حصول سے اپنے نفسوں کو محروم رکھیں۔ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت کے مصداق صحابہ کرام ہوئے اور ولکم ما کسبتم کے مصداق ہمیں ہونا چاہئے۔

میں آپ پر بخوبی ظاہر کرتا ہوں کہ اصل منشاء البدر کے اجراء کا حضرت اقدس کے کلمات طیبات اور آپ کے اقوال اور افعال کو ضبط میں لانا ہے۔ اور میں اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ابھی تک

مجھے وہ ذرائع کامل طور پر حاصل نہیں ہوئے جس سے اس خدمت کو کما حقہٗ بجالاتا مگر تاہم میں اسی کوشش میں لگا رہوں جیسے کہ البدر کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔ اور اُن کلمات طیبات کے نہ میسر ہونے پر بعد ازاں ایسے مضامین کی اشاعت ہی جنکا گہرا تعلق اپنے سلسلہ اور جماعت سے ہو۔ اور یہ کہ حتی الوسع زید و بکر کے حال سے اخبار کو پُر نہ کیا جاوے مگر بقدر ضرورت اور کلمات طیبات کے بعد دوسرا درجہ ہمارے حضرۃ حکیم نورالدین صاحب کے تقریروں اور درس قرآن سے نوٹ کا رکھا ہوا ہے علےٰ ہذا القیاس۔ اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ میں اپنے اِن ارادوں میں ابھی تک ایک حد تک ناکام ہوں۔ لیکن میں اُسی کسی اپنی بیتہائی نقص کی طرف منسوب کرتا ہوں جس کی وجہ سے میرے خیالات کے موجب مجھی کام کرنیکی توفیق نہیں دیگئی۔ اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت اور اصلاح فرما کر مجھے اس قسم کی خدمات کے قابل بناویگا چنانچہ اب پھر آئیندہ نمبر سے

درس قرآن

سے نوٹوں کا سلسلہ جاری کرتا ہوں۔ جو کہ بھائیوں کیلئے مفید اور مسرت کا موجب ہوگا۔

اور میں محض اللہ تعالیٰ ہی کے لئے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہر ایک احمدی بھائی جو کہ میری ادنےٰ خدمات سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے وہ بھی مذکورہ بالا نیت اور ارادہ سے ہی البدر کو خریدے اور میں صرف البدر ہی کو مخصوص نہیں کرتا۔ بلکہ اس حدیث کو مد نظر رکھکر کہ جب ایک بھائی دوسرے بھائی کی اعانت میں ہوتا ہے تو خدا اس کی اعانت میں ہوتا ہے۔ اپنے ہمعصر الحکم اور ریویو آف ریلیجنز کی نسبت بھی یہی کہتا ہوں۔ کہ ہر ایک آپ میں سے اخبار اور رسالہ کو دین کی تبلیغ اتمام حجت اپنے نفس اور آئیندہ نسلوں کو فائدہ پہونچانے کی غرض سے خریدے تاکہ یہ چندے جو ہم لوگ آپ سے لیتے ہیں دینی خدمات میں شمار ہوکر آخرت میں ہمارے اور آپ کیلئے خزائن بے شمار و بیحد و حساب بن جاویں۔

جن لوگوں کو علوم حقہ اور حکمت اور معرفت کی رموز سے بھرے ہوئے علمی نکتوں اور لطیفوں کی قدر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے وہ معارف اور حقایق کے خزانے ان کو ملتے ہیں کہ اگر یہ مبارک وقت اُنکے نصیب میں نہ ہوتا۔ تو عمر نوح پاکر اور اپنے عزیز مالوں اور وقتوں کو بے دریغ خرچ کرکے بھی نہ پاسکتے تھے۔ پس اے جان برادر یہ کسقدر خوش نصیبی تیری ہے کہ تو تو اپنے گھر بیٹھا ہے اور صرف چند پیسوں کے ذریعہ سے تجھے تزکیہ نفس کے علوم پہونچ جاتے ہیں اور اگر خدا کا فضل تیرے شامل حال ہے اور تیرے قلب کی زمین اس پانی کے جذب کی استعداد رکھتی ہے تو تو ان علوم کے ذریعہ سے ایک جنت حاصل کرسکتا ہے اور سب توفیق خدا کو ہے اسی کے فضل سے سب کام چلتے ہیں اور وہی آجتک کارخانہ کا حافظ و ناصر رہا ہے۔

اب یہ نیا سال ہے اور نیا معاملہ ہے اور الحمد للہ کہ ہمارے دوست اپنی دلی ہمدردی اور نیک ارادوں کا ہمیں عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ اور ہم بھی اس فکر میں لگی ہوئی ہیں کہ ہماری دوستوں کے مال ہمارے ہاتھوں ضایع نہ ہوں وہ اُنکی آخرۃ کا ذخیرہ بن جاویں۔ مگر برادران جس بوجھ کو دس آدمیوں نے اٹھانا ہے۔ اُسے دو نہیں اٹھا سکتے اور جس راستہ کو دو پاؤں نے طے کرنا ہے وہ ایک سے طے نہ ہوگا۔ کارخانہ کے مصارف قریب دو ہزار روپیہ سالانہ کے ہیں اور اخبار کی اشاعت کا شروع سال میں کوئی علم نہیں ہے مگر آپ کو اخبار کے ذریعہ سے ہی اس کا علم ہوتا رہیگا علاوہ ان سالانہ مصارف کے سالہائے گذشتہ کا قرضہ بھی کارخانہ کے سر پر ہے اب اسلئے التماس ہے کہ آپ اس کی اشاعت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں میں دل سے یہ چاہتا ہوں کہ اخبار کی قیمت بجائے عیسے کے عہ ہوجاوے محض ایک مضطرانہ حالت میں للیئے عہ پسند کئے ہیں۔ خداوند کریم وہ دن لاوے کہ میں عیسے کی بجائے عہ جاری کروں۔ سو خدا کے فضل کا امیدوار ہوں۔ آپ بھی یہی دعا کریں۔

جو خطوط کہ ہمیں اپنے دینی بھائیوں اور دوستوں کیطرف سے موصول ہوئے ہیں میں اُن کو رفتہ رفتہ اپنی کالموں میں شائع کروں گا۔ سو دست اون کا ابتدا اپنے ایک قدیمی دوست اور صادق بھائی کے جواب سے شروع کرتا ہوں و ھو ہذا

ایک قدیمی صادق دوست کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادرم مکرم صاحب البدر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا اخبار بمعہ ضمیمہ مورخہ یکم دسمبر بعنوان تلافی مافات مجھے ملا جسکو میں نے بعد مغرب پڑھا اور کارخانہ البدر کے ابتلا کی کہانی کو پڑھ ستا اُسکے بعد میں اپنے مکان کے صحن میں باہر جو نکلا تو میری نظر چاند پر پڑی جس کی دھوئی دھائی نورانی صورت ایسی دلربا تھی۔ کہ شاید کسی ایسے ہی وقت کے چاند کو دیکھکر اس چاند والے کا عاشق بلبیاختہ بول اُٹھا تھا

چاند کو کل دیکھکر میں سخت بیکل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشان اسمیں جمالِ یار کا

دیر تک میں اسکی پیاری صورت کی طرف ہو دیکھتا رہا تو میری توجہ ان سیاہی مائل ٹکڑوں پر پڑی جو چاند کے اندر تھے۔ تب میرے دل میں آیا کہ ہمارے البدر تو اپنی تکالیف پر یونہی شور مچاتے ہیں یہ داغ تو ان کے لئے اُسیوقت مقدر ہو چکے تھے جبکہ انہوں نے آسمان کے بدر کا ہمنام اور اسلام کے بدر کا ہمزبان خادم بننے کا ارادہ کیا تھا۔ میرے دوست یہ سچ ہے کہ مومن کا بہشت دنیا سے ہی شروع ہوتا ہے پر یہ بھی سچ ہے۔ کہ دنیا بہشت نہیں۔ بچے سے لیکر بوڑھے تک۔ غریب سے لیکر بادشاہ تک۔ فاسق سے لیکر ولی تک سب کسی نہ کسی آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ جہاں امتحان نہیں وہاں نہ فیل ہے نہ پاس ہے اور اللہ تعالےٰ مومن صابر کو پاس کرنا چاہتا ہے۔ اور کافر ناشکرے کو فیل۔ پس آپ صبر سے کام لیں یہ تنگی کے وقت ہمیشہ نہ رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ بڑی بڑی فراخیاں حاصل ہونگی۔ مجھے آپکی پیش کردہ ہر چہار تجاویز کے ساتھ اتفاق ہے۔ اور میں انشاء اللہ چاروں کو پورا کرنے کی سعی کروں گا اور ان کے سوا میرے پاس ایک پانچویں بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میں آپ کی لئے ابتلاء کی دوری کیواسطے پانچ نمازوں کے ساتھ التزاماً دعا کرنے کی کوشش کیا کرتا ہوں۔ جیسے کہ اپنے قدیمی دوست صاحب اخبار الحکم کیواسطے بھی کیا کرتا ہوں والسلام۔ آپکا خادم۔ محمد صادق۔ عفی اللہ عنہ۔ قادیان

میری طرف سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کی کوشش میں کامیابی بخشے۔ کیونکہ ابھی تو صرف دعا کی کوشش ہے۔ خود دعا کی نوبت نہیں آئی۔ اب خدا وہ دن لاوے کہ دعا ہو بھی جاوے آپکا فرمانا بالکل سچ ہے جبتک اللہ تعالےٰ دعا کی تحریک خود دل میں نہیں ڈالتا۔ تب تک حقیقی اور تام رجوع دعا میں حاصل نہیں ہوتا۔ میسے وقت کا آجتک آپ کو میسر آنا میں اپنی کسی سوحالی کمزوری کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ ورنہ آپ تو اہم باتی میں صادق ہیں اور مجھے خدا پر بھروسہ ہے۔ کہ چونکہ مجھی صادق سے دیرینہ نیازمندانہ تعلق ہے۔ اس لئے خدا وہ وقت قریب لاویگا۔ کہ تب دعائیں کامیاب ہوجاویں گے + ایڈیٹر

ضروری اطلاع

یہ نمبر اور آئیندہ نمبر صرف اُنہی اصحاب کے نام ارسال ہوئے اور ہونگے جن کی طرف سے جوابی کارڈ موصول ہو چکے ہیں یا ہونگے۔ اور ایسے ہی اصحاب کا نام بجز ان اصحاب کے جنسے ہمیں ذاتی تعارف کیوجہ سے امید ہے کہ وہ ویسے البدر کے خواہاں ہیں خریدار تصور فرماکر درج رجسٹر کیا جاویگا۔ اسلئے جن اصحاب نے جواب کیطرف توجہ نہیں کی وہ ضرور متوجہ ہوکر جواب دیں۔

سال کے ابتدائی حصہ میں اخبار کی اشاعت بلا کسی قید حجم کے ہم نے ایکماہ میں ۴ تجویز کی ہے۔ اور مقدم امر یہ رکھا گیا ہے ہر عشرہ کے بعد ایک دو ورق ہی کیوں نہ ہوں ناظرین کی خدمت میں مشتمل بر حالات حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام و صحابہ کبار و سلسلہ احمدیہ وغیرہ ضرور پہونچ جاویں۔ انشاء اللہ اور جیسے جیسے اشاعت ترقی کریگی ویسے حجم اور اوقات اشاعت میں ترقی تجویز کیجاویگی کیونکہ اصل مقصود قادیانی اخبار کا حضرۃ مسیح موعود کے اقوال و حالات کا آپکے خدام والاشان تک پہونچانا ہے اور اخبار کا اصل مقصد یہی قرار دیا جاکر بلا قید کسی حجم کے اخبار انشاء اللہ ہر عشرہ میں پہنچا دیا جایا کریگا + مینیجر

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جوکہ آپ نے ۲۹ دسمبر ۱۹۰۴ء کو سالانہ جلسہ کی تقریب پر مسجد اقصےٰ میں فرمائی

بعد ادائے نماز ظہر چند احباب نے حضور علیہ الصلوٰۃ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ مسجد کے اندرون حصہ میں تھے۔ اور وہیں کھڑے ہوکر آپ نے ارادہ فرمایا کہ تقریر کیجاوے۔ مگر چند احباب کی درخواست پر حضور باہر تشریف لے آئے۔ اور کھڑے ہوکر سلسلہ تقریر کا یوں شروع فرمایا:۔

میری طرف سے جماعت کیلئے بار بار یہی نصیحت ہے جو کہ میں کئی دفعہ اس جگہ اور دوسرے مقامات میں کر چکا ہوں۔ کہ انسان کی عمر ناپائیدار ہے اس کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ اس لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکے حاصل کرنے کے لئے راستہ میں بہت سے کانٹے ہیں۔ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اسکا اول حصہ تو بے ہوشی میں گذر جاتا ہے کیونکہ بچہ ہوتا ہے اور اسے کسی قسم کا علم ہرگز نہیں ہوتا۔ پھر دوسرا زمانہ اسپر آتا ہے کہ اگرچہ بچوں جیسی بیہوشی تو اس میں نہیں ہوتی مگر جوانی کی مستی کی ایک بیہوشی ضرور ہوتی ہے۔ پس دو زمانے تو اس طرح مارے جاتے ہیں پھر تیسرا زمانہ آتا ہے جوکہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ کہ علم کے بعد پھر لاعلم ہو جاتا ہے حواس میں فرق آجاتا ہے۔ اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ پیرانہ سالی میں قدم رکھتے ہی ان میں جنون کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ اور مخبوط الحواس نظر آتے ہیں اور بچپن کیسے خواص ان میں پائے جاتے ہیں پس اب دیکھ لو۔ اور خوب غور کرو کہ انسان کو کسقدر مشکلات کا سامنا ہے بچپن تو ایک مجبوری کا زمانہ ہوا۔ کہ جس میں اسے کچھ ہوش ہی نہیں ہوتی۔ اور سوائے لہو اور لعب کے اور جھوٹی خواہشات کے اور کوئی کام ہی اسکا نہیں ہوتا۔ آخرت کے علوم سے بھی ناواقف ہوتا ہے اور دنیاوی علوم سے بھی بے بہرہ۔ پھر جوانی نصیب ہوئی۔ تو نفس امارہ کے جذبات ایسے لگ جاتے ہیں کہ اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ اگر اللہ اور روز آخرت وغیرہ پر ایمان بھی لاتا ہے تو نفس امارہ اسے اپنی ہی طرف کھینچتا ہے پھر اخیر کے زمانہ میں اسکی مثال اس پھوک (فضلہ) کی مانند ہو جاتی ہے جوکہ میوہ سے عرق نچوڑ لینے کے بعد رہجاتا ہے۔ بچہ میں تو ایک حرکت بھی ہوتی ہے اور وہ نشوونما کرتا رہتا ہے اور ماں باپ کو دیکھکر ریس سے رکوع سجود بھی کر لیتا ہے۔ مگر پیرانہ سالی میں کسل اور کاہلی اسکے لاحق حال ہو جاتے ہیں جہاں پڑا وہیں پڑا رہتا ہے جہاں بیٹھا وہیں بیٹھا رہتا ہے پھر بعضوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ کان سے بہرے بھی ہو جاتے ہیں غرضیکہ صرف ایک درمیانی زمانہ ہے کہ جس میں انسان اپنے نفس کا مطالعہ اور خدا کی پرستش کر سکتا ہے۔ اور اسکے ساتھ بھی ایسی آفات لگی ہوئی ہیں۔ کہ اگر وہ نگہداشت اور کوشش نہ کرے تو اسی سے جہنم یا جنت کی طیاری کرنے لگ جاتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں جن اخلاق عادات اور عقائد وغیرہ کا اپنے آپ کو پابند بنا لیگا۔ پھر انکا اس سے چھوٹنا محال ہوگا پس چاہے تو وہ اس زمانہ میں اپنے لئے جنت کی بنیاد قائم کرے اور چاہے دوزخ کی اگر اسنے یہ زمانہ خدا کی بندگی۔ اپنے نفس کی آراستگی اور خدا کی اطاعت میں گذارا ہوگا تو اس کا اسے یہ پھل ملیگا کہ پیرانہ سالی میں جبکہ وہ کسی قسم کی عبادت وغیرہ کرنیکے قابل نہ رہیگا اور کسل اور کاہلی اسے لاحق حال ہو جاویگی۔ تو فرشتے اسکے نامۂ اعمال میں وہی نماز روزہ تہجد وغیرہ لکھتے رہینگے۔ جوکہ وہ جوانی کے ایام میں بجا لاتا تھا۔ اور یہ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ اسکی ذات پاک اپنے بندہ کو معذور جانکر باوجود اسکے کہ وہ عمل بجا نہیں لاتا۔ پھر بھی وہی اعمال اسکے نام درج ہوتے رہتے ہیں بوڑھوں کا دنیا میں موجود ہونا جوانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے۔ مگر انسان کے دل پر اس قسم کا حجاب ہوتا ہے کہ وہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا۔ ورنہ اسی قسم کے نظاروں کو دیکھکر وہ اپنی جوانی کے ایام میں خدا تعالےٰ سے اپنے تعلقات مضبوط کرلے۔

پس اب سوچنا چاہیئے کہ یہ تین زمانے بچپن۔ جوانی اور پیرانہ سالی کے انسان پر گذرتے ہیں اور جنمیں کسقدر مشکلات اسکے لئے ہوتی ہیں۔ دو زمانے یعنے بچپن اور بڑھاپا تو خود ہی نکمّے اور ردی ہیں کہ ان میں انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ان درمیان کا زمانہ جوانی کا کچھ تھا کہ جس میں انسان آخرت کی پونجی بنا سکتا تھا۔ سو اسے نفس امارہ کے جوشوں نے ردی بنا دیا ہوا ہے قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی اسی نفس کا تذکرہ ہوا ہے۔ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا من رحم ربی ان ربی غفور رحیم اس میں یوسفؑ فرماتے ہیں کہ میں تو اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ وہ تو ہمیشہ بدی کی ہی ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ خدا ہی رحم کرے۔ تو اسکے جذبوں اور جوشوں سے انسان بچ سکتا ہے۔ اور میرا رب تو غفور اور رحیم ہے اسنے مجھپر رحم کیا ہی ہے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ زمانہ موجودہ کے فساد اور بدیوں سے محفوظ رہنے کیلئے صرف انسان کی اپنی ہی کوشش کافی نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے رحم اور فضل کی بھی ضرورت ہے۔ جسکے حاصل کرنیکا ذریعہ صرف دعا ہی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے ایسے ہی زہد اور تقوے کا بھی ایک ظاہر ہوتا ہے اور اکثر لوگ بظاہر متقی اور زاہد ہوتے ہیں لیکن جب تک خدا کا فضل اور رحم بھی انسان کے شامل حال نہ ہو تب تک وہ اس کے کام نہیں آسکتا :

عقلمند انسان کا یہ کام ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ اس زمانہ کے مفاسد پر غور کرے اور عقل اس لئے اسے دیگئی ہے کہ وہ اس طوفان عظیم سے جوکہ لوگوں کی روحانیت کو تباہ کر رہا ہے اپنے آپ کو بچاوے سو اسکے لئے اول تدبیر تو یہ ہے۔ کہ وہ دیدہ دانستہ اپنے آپ کو گڑھے میں نہ ڈالے کیونکہ جو جان بوجھکر اپنی جان کو دکھ دیتا ہے۔ یا زہر کھاتا ہے۔ تو اسپر کوئی رحم نہیں کھاتا اور اس کا طریق یہی ہے۔ کہ اس قسم کی مجلسوں اور صحبتوں اور رفیقوں اور دوستوں سے پرہیز کرے جوکہ اسکی روحانیت پر برا اثر ڈالتے ہیں ہماری جماعت کیلئے یہ بہت ضروری ہے۔ کہ ان باتوں کا لحاظ رکھے۔ کیونکہ خدا نے اسے اس لئے منتخب کیا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے بطور نمونہ کے ہو اسلئے بہت ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ہر ایک فعل اور حرکت میں نگاہ رکھے۔ کہ وہ اسکے ذریعہ سے دوسروں کے لئے ایک ہدایت کا نمونہ قائم کرتا ہے یا کہ نہیں اور جیسیکہ اوپر ذکر کیا ہے۔ ان باتوں کے حصول کیلئے تدبیر سے کام لیں کہ بری صحبت اور مجلس سے اپنے آپکو بچاویں بری عادتوں کو ترک کریں اور جہاں تک بس چل سکتا ہے نیکی کے حصول کیلئے تدبیریں کریں کیونکہ تقوے اور نیکی کے حصول کیلئے تدابیر کی جستجو میں لگے رہنا یہ بھی ایک عبادت ہے اور جب انسان اس کوشش میں لگا رہتا ہے۔ تو عادت اللہ یہی ہے کہ اسکے لئے کوئی نہ کوئی راہ کھولدی جاتی ہے لیکن جو شخص بدی سے بچنے کی اور نیکی کو عمل میں لانے کی تدبیر نہیں کرتا۔ سمجھو کہ وہ بدی پر راضی ہوگیا ہے اور ایسے آدمی سے بدی کا چھوڑنا محال ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ تدبیر میں لگا ہوا ہے تو اس کا نفس امارگی سے نکلکر خدا تعالےٰ کے نزدیک لوامہ بنتا جاتا ہے کیونکہ یا تو پہلے امارہ تھا۔ کہ سوائے بدی کے اور اسے کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔ اور اب اس کی جنگ شروع ہوگئی ہے کبھی غالب ہوتا ہے کبھی مغلوب۔ ایک فعل بد کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر اس پر پچھتاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اسکی تلافی کیونکر ہو۔ اور چونکہ وہ ملامت کرتا ہے اس لئے اسکا نام لوامہ ہو جاتا ہے۔ خدا نے بھی اسی لئے اسکی قسم قرآن شریف میں کھائی ہے۔ کیونکہ یہ اپنی حالت سے خدا کیطرف ایک رجوع ظاہر کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسکے قریب ہو جاوے پس تم کو تاکید ہے کہ جب کسی مقام پر بدی کو دیکھو تو اسے ترک کرو۔ اور دور ہو جاؤ ایسا نہ ہو۔ کہ اس کی لپیٹ تمکو بھی لگ جاوے جیسے دنیا کے کاموں میں تدابیر کرتے ہو۔ اور اسکی ترقی اور جاہ جلال کیلئے فکر میں لگے رہتے ہو ایسے ہی دین اور اپنی اصلاح کیلئے تدابیر کرو اور فکر میں لگے رہو۔ تو اول بات جو تمہارے لئے ضروری ہے وہ یہی ہے کہ حصول تقوے اور نیکی پر عملدرآمد کیلئے تدبیر سے کام لو۔

دوسری بات اور دوسرا طریق جو تمہیں اختیار کرنا چاہیئے اور جوکہ دراصل سب سے مقدم ہے اور جسکی تعلیم خدا تعالےٰ نے بھی دی ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرو۔ ادعونی استجب لکم میں خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ موجود ہے۔ کہ تم دعا کرو میں قبول کرونگا۔ دراصل بات یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور مسلمانوں نے بھی اس میں سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ دعا جیسی شئے کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ باقی آئندہ

نوٹ:- اس اخبار میں صرف ایک ہی صفحہ کی گنجائش تھی باقی چھپ چکا تھا- اس لئے تقریر کا حصہ دیدیا گیا- باقی عنقریب بلا قید تاریخ کے چھاپ کر ارسال کر دیا جاوے گا: